ماہنامہ

الاشرف

کراچی

اگست ۲۰۱۰ء

Reg.# SC 742

Web: www.ashrafia.net

بیادگار امام العارفین زبدۃ الصالحین حضرت غوث العالم
محبوب یزدانی مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ

تمام اہلیانِ وطن کو
جشن آزادی
مبارک ہو!!!

- حقائق شبِ قدر
- رمضان میں تلاوت قرآن پاک
- مسائل روزہ
- حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ
- عرفان شریعت
- تحویل قبلہ اور مسجد قبلتین

بانی اشرف المشائخ ابو محمد شاہ سید محمد اشرف الاشرفی الجیلانی

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ مطابق اگست ۲۰۱۰ء جلد نمبر ۳۱ شمارہ نمبر ۸

اے اشرف زماں زمانہ مدد نما
در ہائے بستہ را زکلید کرم کشا

ماہنامہ الاشرف کراچی

بانی

اشرف المشائخ
حضرت ابو محمد شاہ سید احمد اشرف
الاشرفی الجیلانی قدس سرہ العزیز

روحانی سرپرست

شیخ ملت
حضرت ابو المحمود سید محمد اظہار اشرف الاشرفی الجیلانی مدظلہ العالی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف امبیڈکر نگر (بھارت)

ایڈیٹر

ڈاکٹر ابو المکرم سید محمد اشرف جیلانی
سجادہ نشین
درگاہ عالیہ اشرفیہ اشرف آباد

سب ایڈیٹر

صاحبزادہ حکیم سید اشرف جیلانی

قیمت =/30 روپے | سالانہ =/300 روپے

اسلامی تعلیمات اور روحانی اقدار کا علمبردار

بیاد گار بزرگان محترم

غوث العالم۔ تارک السلطنت محبوب یزدانی
حضرت مخدوم میر اوحد الدین سلطان
سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ
قطب ربانی
حضرت ابو مخدوم شاہ
سید محمد طاہر اشرف الاشرفی الجیلانی قدس سرہ

نگراں انتظامی امور	:	سید اعراف اشرف جیلانی
مشاورت	:	سید مصطفےٰ اشرف جیلانی سید جمال اشرف جیلانی
اکاؤنٹس	:	مہتاب احمد اشرفی
ٹائٹل اینڈ ڈیزائننگ	:	زین خان
کمپوزنگ	:	کامران اشرفی
سرکولیشن	:	جناب بلال اشرفی محمد قدیر اشرفی

مقام اشاعت

درگاہ عالیہ اشرفیہ اشرف آباد
فردوس کالونی، کراچی
پوسٹ بکس نمبر: 2424۔ کراچی 74600
فون نمبر: 36686493-36623664
رجسٹرڈ نمبر ایس ایس 742

پرنٹر و پبلشر: ڈاکٹر سید محمد اشرف جیلانی نے الاشرف آفسٹ پرنٹنگ پریس، ناظم آباد سے چھپوا کر شائع کیا

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

اس شمارے میں

حمد ونعت	احسان دانش — مخدوم منور عارفی	۳
آغاز گفتگو	ایڈیٹر	۴
درس قرآن	علامہ مولانا حافظ مشیر احمد دہلوی	۶
درس حدیث	شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی	۱۰
رمضان میں تلاوت قرآن پاک کا خصوصی اہتمام کیجئے	عارف دہلوی مرحوم	۱۹
حقائق شبِ قدر	شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی	۲۱
مسائل روزہ	حضرت اشرف المشائخ علیہ الرحمتہ	۲۶
عرفان شریعت	مفتی الاشرف	۲۸
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	شیخ الحدیث حضرت علامہ محمود احمد رضوی علیہ الرحمتہ	۳۱
قائداعظم کی خدمات	سیدہ عطیہ اشرف صاحبہ	۳۴
تحویل قبلہ اور مسجد قبلتین	حضرت علامہ قاضی عبدالدائم دائم مدظلہ العالی	۳۷
رمضان المبارک	جناب محمد سعید صاحب	۴۳
الاشرف نیوز	سید صابر اشرف جیلانی	۴۴

WWW.NAFSEISLAM.COM

حمد باری تعالیٰ

از: احسان دانش

حمد خدائے پاک زبان قلم پہ ہے
لاریب، جس کی چھاپ وجود عدم پہ ہے
اک کیف سرمدی مرے عزم رقم پہ ہے
لیکن نگاہِ تشنہ، شفیع الامم پہ ہے
تارے سے اُگ رہے ہیں بساط خیال پر
مجھ بے ثبات کی ہے نظر لازوال پر

تجھ پہ سلام صاحبِ اسرارِ شش جہات
جاگا ہے تیرے نام سے ہنگامۂ حیات
تیری صفت صفت سے جھلکتا ہے حُسنِ ذات
تو بحرِ بیکراں ہے، سفینہ ہے کائنات
واجب تھا عکس احمد بے میم کے لئے
ہفت آسماں اُٹھیں تیری تعظیم کے لئے

فرمانروائے قلب و نظر رحمت تمام
مد جلیل ، خضر ملل، والی انام
تونے خیال و ذہن کو بخشا ہے وہ مقام
تاریخ کی جبیں کے ستارے ترے غلام
تُونے عرب کے زندہ جنازوں کو رَم دیا
پامالیوں کو منصبِ گردوں خشم دیا

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

از: مخدوم منور عارفی سلطان

ہر سو جلی ہے شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کا چہرہ، چہرہ انور کیوں نہ پڑھیں سبحان اللہ سب

صلی علیٰ کی آئی ندا جب روح ودل جاں جھوم اٹھے سب
ابر کرم کی چھائی گھٹائیں جب سبھی ہم نے مانگی دعائیں

بعد از خدا ہیں آپ ہی سب کچھ امت ساری آپکی شیدا
آپ کا یہ اعجاز کرم ہے آپکی یہ اک شان عطا ہے

جن سے ملی ہے عشق کی دولت صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کا ہے اعجاز نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی نسبت سایۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
واللہ کیا ہے شانِ سخاوت صلی اللہ علیہ وسلم

آپ سے جاری ہے یہ ولایت صلی اللہ علیہ وسلم
مومن کو ہے جنت کی بشارت صلی اللہ علیہ وسلم

WWW.NAFSEISLAM.COM

آغاز گفتگو

داتا دربار پر حملہ کروڑوں مسلمانوں کے اعتقادات پر حملہ ہے

۱۸ رجب ۱۴۳۱ھ مطابق یکم جولائی ۲۰۱۰ء بروز جمعرات رات ۱۰ بجکر ۴۰ منٹ پر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ کے دربار میں ۲ خودکش دھماکے ہوئے۔ پہلا دھماکہ تہہ خانے میں جبکہ دوسرا دھماکہ چار منٹ بعد سنہری گیٹ کے قریب ہوا اخباری اطلاعات کے مطابق دھماکے کے بعد انسانی اعضاء اور لاشیں دور دور تک بکھر گئیں فرش خون سے تر ہو گیا یہ حملہ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت کیا گیا تھا۔ جمعرات کو زائرین کا رش زیادہ ہوتا ہے اس لئے حملہ جمعرات کو کیا گیا تاکہ زیادہ جانی نقصان ہو جس وقت دھماکہ ہوا اس وقت داتا دربار کی صورتحال یہ تھی کہ کوئی تلاوت میں مصروف تھا کوئی نوافل میں مصروف تھا کوئی مزار مبارک کے قریب فاتحہ خوانی کر رہا تھا کچھ لوگ ٹولیوں کی شکل میں حلقہ بنا کے ذکر الٰہی کر رہے تھے کوئی وضو کے لئے جا رہا تھا غرض یہ کہ کوئی انسان ایسا نہیں تھا جو کسی فضول کام میں مصروف ہو ہر شخص کسی نہ کسی صورت میں رجوع الی اللہ تھا اور یہ کیفیت کسی خاص دن نہیں بلکہ ہر روز ہوتی ہے اور جب کوئی بڑا دن یا بڑی رات آتی ہے تو اس رونق میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے راقم کے والد گرامی اشرف المشائخ ابو محمد شاہ سید احمد اشرف الاشرفی الجیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حرمین شریفین کے بعد جس مقام پر ہر وقت رونق دیکھی اور لوگوں کو عبادت و ریاضت میں مصروف دیکھا وہ داتا دربار ہے۔ آپ دن اور رات کے کسی حصے میں چلے جائیں ہر وقت وہی رونق ہے اب سوچنے کا مقام ہے کہ ایسی جگہ جہاں ہمہ وقت تلاوتِ قرآن، ذکر الٰہی اور دیگر عبادات ہو رہی ہوں ایسے مقدس مقام پر خودکش حملہ کرنے والے کیا مسلمان ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں جہاد کے نام پر تنظیمیں بنانے والے اولیاء اللہ کے مزار کو شرک و بدعت کے اڈے کہنے والے۔ صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک و بدعتی کہنے والے اور اپنے آپ کو توحید کا علمبردار کہنے والے اگر اتنے باغیرت ہیں تو جا کے کافروں سے کیوں نہیں لڑتے اور ان سے جہاد کیوں نہیں کرتے۔ کیا عبادت کرتے ہوئے بے گناہ مسلمانوں کو دھماکے سے اڑا دینا جہاد ہے۔ کیا مقدس مقامات پر خودکش حملہ کرنا جہاد ہے غور کرنے کا مقام ہے کہ کبھی ان لوگوں نے شراب خانے پر خودکش حملہ کیا، کیا کسی نائٹ کلب پر حملہ ہوا کسی جوئے خانے پر دھماکہ ہوا کسی فحاشی کے اڈے پر دھماکہ ہوا نہیں۔۔۔ دھماکہ ہوا تو اس ولی کے دربار پر جو پاکستان ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی بھی خانقاہوں اور درگاہوں میں سب سے پرانا دربار ہے۔ وہ دربار جہاں سلطان الہند خواجہ غریب نواز قدس سرہ بھی فیض لینے کے لئے آئے ہیں وہ دربار جو ایک دو سال یا بیس پچیس سال پرانا نہیں بلکہ ایک ہزار سال پرانا دربار ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ حملہ داتا دربار پر نہیں ہوا حملہ صدیوں پرانے عقیدت و محبت کے مرکز پر ہوا ہے حملہ لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے اعتقاد پر ہوا ہے۔ حملہ مسلک حق اہل سنت پر ہوا ہے۔ حملہ مسلمانوں کے جذبات پر ہوا ہے۔ حملہ اہل طریقت کی عقیدت و محبت پر ہوا ہے۔

پتہ چلا کہ یہ لوگ شراب پینے والوں کے دشمن نہیں ہیں۔ جوا کھیلنے والوں کے دشمن نہیں ہیں۔ نائٹ کلب چلانے اور اس میں جانے والوں کے دشمن نہیں۔ فحاشی کے اڈے چلانے والوں کے دشمن نہیں ہیں

اگر یہ ان کے دشمن ہوتے تو ان مقامات پر بھی خودکش دھماکے کرتے یہ تو اولیاء اللہ کے دشمن ہیں اہل سنت کے دشمن ہیں اسی لئے ان شیطانی مقامات کو چھوڑ ایک ولی کے دربار کو نشانہ بنایا کیونکہ ان کی اصل دشمنی اولیاء اللہ سے ہے اور حدیث قدسی کے مطابق ''جو اللہ کے ولی سے عداوت و دشمنی رکھے اس کے لئے اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہے''۔ یعنی ولیوں سے عداوت ایسا فعل ہے جسے اللہ تعالیٰ برداشت نہیں کرتا اسی لئے اس نے ایسا کرنے والوں کو لڑنے کا چیلنج دے دیا اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ جو اللہ سے لڑے گا اس کا کیا حشر ہوگا داتا دربار پر حملہ کر کے انہوں نے اللہ کے ساتھ جنگ کا آغاز کر دیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ دنیا دیکھے گی کہ ان کا کیا حشر ہوگا۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ سوات، مالاکنڈ، پشاور، کے واقعات سے دہشت گردوں نے سبق حاصل کر لیا ہوگا لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا پشاور میں پیر سمیع اللہ کی لاش کو قبر سے نکال کر لٹکانے والے۔ اہل سنت کے علماء ومشائخ کو بے دردی سے شہید کرنے والے۔ رحمان بابا کے مزار پر دھماکہ کرنے والے۔ بونیر میں پیر بابا کے مزار کی بے حرمتی کرنے والے پر جب اللہ کا عذاب پاکستانی فوج کی صورت میں نازل ہوا اور پاک فوج نے پاک سرزمین کو ان ناپاک دہشت گردوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے گن شپ ہیلی کوپٹر سے ان کے ٹھکانوں پر بمباری کی تو پھر بھاگتے نظر آئے اور کوئی جائے پناہ نہیں ملی وہ سب ہلاک ہوگئے اور ان کے ٹھکانوں کو تباہ کر دیا گیا ان واقعات سے عبرت حاصل کرنے کے بجائے داتا دربار پر خودکش حملہ کیا گیا جو یقیناً اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینا ہے انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح سوات کے دہشت گرد اللہ کے غضب سے نہیں بچ سکے بلکہ نیست و نابود ہوگئے اسی طرح داتا دربار پر خودکش حملہ کرنے والے بھی نہیں بچ سکیں گے یہ بھی نیست و نابود ہو جائیں گے۔

داتا دربار کی رونق: مخالفین یہ سمجھ رہے تھے کہ اس خودکش دھماکے کے بعد داتا دربار کی رونق ختم ہو جائے گی دربار ویران ہو جائے گا لوگ وہاں جاتے ہوئے ڈریں گے اور عموماً ایسے واقعات میں ایسا ہی ہوتا ہے لیکن دیکھنے والوں نے دیکھا کہ دھماکہ جمعرات کو رات دس بج کر چالیس منٹ پر ہوا اور دوسرے روز داتا صاحب کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے والوں کا اتنا رش تھا کہ مسجد کے علاوہ دربار میں بھی تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی حقیقت یہ ہے کہ جسے اللہ آباد کرے اسے کوئی ویران نہیں کر سکتا زائرین نے دوسرے ہی دن حاضری دے کر بتا دیا کہ دیوانوں کو داتا سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ پروانوں کو شمع سے دور نہیں کیا جاسکتا۔ اہل طریقت کو شہنشاہ طریقت سے دور نہیں کیا جاسکتا۔ اہل عقیدت ومحبت کو مرکز عقیدت سے جدا نہیں کیا جاسکتا

حکومت کے لئے لمحہ فکریہ:

اس وقت ہمارے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ دونوں مقدس خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے بزرگوں کے جانشین ہیں ان اہل طریقت حضرات کی حکومت میں داتا دربار میں خودکش حملہ ہونا ان لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے ہم حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ غیر قانونی اسلحہ کی روک تھام کرے دہشت گردوں پر کڑی نظر رکھے اور ایسی تنظیم و اداروں مدارس اور ایسے لوگوں پر نظر رکھے جو خودکش حملہ کے خلاف فتویٰ دینے سے گریز کر رہے ہیں حکومت غور کرے کہ وہ کون سا مکتب فکر ہے جن کے مدارس اور علماء خودکش حملوں سے محفوظ ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ یہی مکتب فکر دہشت گردوں کی سرپرستی کر رہا ہو؟

ایڈیٹر

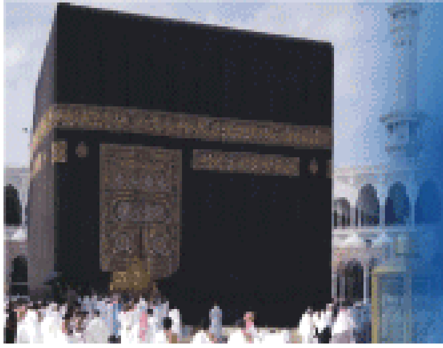

درس قرآن

علامہ مولانا حافظ مشیر احمد دہلوی مدظلہ العالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡہِ مِنۡ رَّبِّہٖ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ

رسول اس کلام پر ایمان لائے جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا اور مومن بھی ایمان لائے۔

کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِہٖ :تمام مومن ایمان لائے اللہ پر اس کے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر جو اس کے رسولوں پر نازل کی گئیں سب یہ کہتے ہوئے ایمان لائے ہم ایمان لاتے ہیں ان رسولوں میں کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

وَ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا غُفۡرَانَکَ رَبَّنَا وَ اِلَیۡکَ الۡمَصِیۡرُ

اور انہوں نے کہا ہم نے سنا ہم نے اطاعت کی اے ہمارے رب ہم سب تجھ سے بخشش کے طلبگار ہیں اور ہمیں تیری طرف لوٹنا ہے۔

ترجمہ یقین رکھتے ہیں رسول اس چیز کا جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی اور مومن بھی یہ اعتبار رکھتے ہیں تمام مومن یہ اعتقاد رکھتے ہیں اللہ پر اور اسکے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اس کے ساتھ ان کے پیغمبروں پر ہم ان رسولوں میں کسی کے درمیان میں فرق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا ہم نے سنا ہم نے اطاعت کی اے ہمارے پروردگار ہم تجھ سے بخشش کے طلبگار ہیں اور ہم کو تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔

تشریح: آیت زیر درس میں اصول دین کی وضاحت فرمائی گئی ہے یہ اساس ہے بنیاد ہے ایمان کی اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں اس کے پانچ درجے ہیں اوّل اللہ پر ایمان لانا اس کے فرشتوں پر ایمان لانا اس کی کتابوں کو تسلیم کرنا اس کے تمام رسولوں پر ایمان لانا ان کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہ کرنا کہ کسی کو تسلیم کیا جائے اور کسی کو نہ کیا جائے اور پانچواں یہ کہ ہم نے اس کے حضور حاضر ہوکر اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے اس عقیدہ کے بغیر وہ عمل صالح کا حامل نہیں ہوسکتا۔

☆ اللہ پر ایمان لانا یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے اپنی ذات وصفات میں۔ وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا وہ مختار کل ہے کسی امر میں کسی کا محتاج نہیں وہ عالم الغیب والشھادہ ہے وہ بے مثل ہے وہی رازق ہے وہی خالق ہے۔

☆ فرشتوں پر ایمان لانا یہ عقیدہ کہ وہ موجود ہیں گناہوں سے پاک ہیں مختلف امور پر مامور ہیں بحکم الٰہی۔ وحی الٰہی لانے کا واسطہ ہیں انبیاء علیھم السلام کی طرف۔

☆ تمام کتب پر جو رب تبارک وتعالیٰ کی جانب سے اپنے رسولوں پر نازل ہوئیں برحق ہیں صحیح ہیں۔

☆ اور ایمان رکھتے ہیں تصدیق کرتے ہیں رسولوں کی کہ وہ اللہ کے رسول ہیں سب سچے ہیں معصوم عن الخطاء ہیں جنہیں پروردگار عالم نے

WWW.NAFSEISLAM.COM

اپنے بندوں کی ہدایت پر مامور فرمایا اس کے احکام کے امین ہیں ساری خلق سے افضل ہیں ان میں سے بعض پر بعض فضیلت رکھتے ہیں ہم ان میں تفریق نہیں رکھتے سب کو سچا تسلیم کرتے ہیں۔ ان بنیادی امور دین اور اعتقاد کے بعد عاجزانہ اقرار بندگی کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

وَقَالُوْا سَمِعْنَا انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم نے سنا

وَاَطَعْنَا ہم نے تیرے حکم کی اطاعت کی اور خوشی سے تسلیم کیا۔

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا اے ہمارے رب تیرے حکم کی تعمیل میں کوئی بھول ہوگئی ہو تو ہم تجھ سے اس کی بخشش کے طلبگار ہیں اسے معاف فرمادے۔

وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اے ہمارے رب تیری ہی طرف ہم سب نے لوٹنا ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے اس کا پھل اسی کے لئے اور بدی سمیٹی ہے اس کا وبال اس پر ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا : اے ہمارے رب ہمارا مواخذہ نہ فرمانا

اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ج اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج :اے ہمارے رب کوئی بوجھ ایسا نہ ڈال جس کی ہم طاقت نہ رکھتے ہوں

وَاعْفُ عَنَّا قف ہم سے درگزر فرما۔

وَاغْفِرْ لَنَا وقف وَارْحَمْنَا وقفہ: بخش دے ہم کو۔

اَنْتَ مَوْلٰنَا: تو ہی ہمارا کارساز ہے

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ع :مدد فرما ہماری کافروں کے مقابلے میں۔

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کسی نفس پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا ہر نفس کے لئے جو وہ نیکی کرے گا اس کا اجر ہے اور جو بدی کرے گا اس کی سزا اس کو ملے گی اے ہمارے رب ہم سے جو بھول چوک ہوگئی ہو وہ معاف فرمادے۔ اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ اعمال شاقہ نہ ڈالنا جسے ہم سے پہلے لوگوں پر بھیجے گئے ہمارے پروردگار ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالنا جس کی ہم طاقت نہ رکھتے ہوں ہم سے درگذر فرما ہمیں معاف کردے بخش دے۔ ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا کارساز ہے ہمیں کافر قوم پر فتح عطا فرما۔۔۔ آمین۔

آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا جارہا ہے پروردگار عالم کسی نفس کو احکام شریعہ میں مکلّف نہیں بناتا مگر اسکی طاقت کے مطابق۔

آیت گذشتہ متصل میں وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ط کے مفہوم معنی سے صحابہ کرام میں جو پریشانی پیدا ہوئی تھی جس کا اظہار بارگاہ رسالت میں پیش کیا تھا نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ سے اظہار اطاعت آداب بندگی اور طلب مغفرت کی دعا کی تھی بارگاہ الٰہی میں یہ ادا مقبول ہوئی اور یہ ادا پسند آئی اور سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں نازل فرمائیں جو بڑی عظمت کی حامل ہیں صحابہ کرام کی مدح بھی ہے جو پریشانی ان کے دلوں میں تھی اس کی تسلی بھی ہے۔ ارشاد فرمایا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ہم بندہ کو اس کی طاقت وسعت سے زیادہ مکلف

WWW.NAFSEISLAM.COM

نہیں کرتے۔

رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَاۤ اِصۡرًا كَمَا حَمَلۡتَهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا

یہ طلب مغفرت کے ساتھ ساتھ دوسری استدعا ہے بارگاہ ایزدی میں اے ہمارے رب جو اعمال شاقہ پہلی امتوں پر تھے وہ ہم پر نہ ڈال ان سے ہم کو محفوظ رکھ مثلاً قبولیت گناہ کی توبہ کے لئے یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو قتل کریں قصداً عمداً گناہ کی صورت میں ان کی یہ سزا تھی۔

☆ کپڑے پر ناپاکی کے پاک ہونے کی یہ شرط تھی وہ دھونے سے پاک نہ ہوتا تھا بلکہ اس کپڑے کے اس حصہ کو کاٹ دینا کا حکم تھا۔

☆ زکوٰۃ چوتھائی مال کا ادا کرنا تھا۔

☆ رات کا گناہ صبح ان کے دروازے پر لکھ دیا جاتا۔

☆ بھول چوک سے بھی کوئی گناہ کرے ان کو فوراً کوئی سزا مل جاتی کوئی حلال چیز حرام کردی جاتی۔ یہاں پہلے لوگوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے طفیل امت محمدیہ ﷺ سہل طریقہ سے گناہ کی معافی پر توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے یہ امت محمدیہ ﷺ پر پروردگار عالم کا فضل و کرم ہے۔

وَاعۡفُ عَنَّا (۱) وَاغۡفِرۡ لَنَا (۲) وَارۡحَمۡنَا (۳) ہم سے درگذر فرما بخش دے ہم کو ہم پر رحم فرما۔ بارگاہ ایزدی میں ایک اور درخواست ہے کہ مولیٰ ہم پر فضل کرم فرما ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ وَاعۡفُ عَنَّا کا تعلق نسیان اور کوتاہی سے ہے مولیٰ کسی بھی صورت میں کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہوں اسے معاف فرمادے خواہ بھول کر ہو یا غلطی سے۔ نسیان اور خطاء میں بہت باریک سا فرق ہے۔ نسیان میں بات بالکل ذہن میں نہیں ہوتی جیسے روزہ میں بھول کر کھا پی لیا بالکل یاد نہیں رہا روزہ سے تھا غلطی معاف ہے روزہ نہیں جائیگا۔

خطاء کی صورت یہ ہے بات یاد ہوتی ہے مگر لغزش ہو جاتی ہے۔ مثلاً روزہ یاد تھا سورج ابھی غروب نہیں ہوا مگر یہ خیال کیا سورج غروب ہوگیا ہے روزہ افطار کرلیا یا سحری کا وقت ختم ہوگیا تھا مگر یہ خیال کیا ابھی وقت باقی ہے کھانا جاری رکھا ان دونوں صورتوں میں روزہ نہیں ہوگا یہاں بات تو یاد ہے مگر افعال لغزش کا شکار ہوگئے۔ اس کا حکم یہ ہے روزہ کی قضاء کرنی ہوگی معلوم ہوا خطا اور نسیان میں حکم بدل جاتا ہے۔

وَاغۡفِرۡ لَنَا: ہمارے گناہ مٹادے پردہ پوشی فرمادے۔

وَارۡحَمۡنَا: کا مطلب یہ ہے طاعت کا بجالانا اور سیات سے بچنا تیرے فضل پر موقوف ہے اس لئے ہم پر رحم فرما۔

اَنۡتَ مَوۡلٰنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ: تو ہمارا آقا ہے کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔۔۔۔۔۔۔ آمین۔

حدیث میں آتا ہے جب نبی کریم ﷺ نے ان تینوں آیتوں کی تلاوت فرمائی تو تینوں دعاؤں کے بعد ہر دعا پر ارشاد ہوا میں نے قبول کی کسی روایت میں نَعَم اور کسی روایت میں فَعَلۡتُ آیا ہے کسی میں عَفَوۡتُ غَفَرۡتُ آیا ہے۔ خدا سے اس کا فضل کرم عفو و درگذر ہر وقت طلب کرتے رہیں اسی لئے بزرگوں نے فرمایا گنہگاروں کو تین باتوں کی ضرورت ہے اوّل خدا سے معافی کی تاکہ عذاب سے نجات پائے۔ دوسری پردہ پوشی کی تاکہ رسوائی سے بچے۔ تیسری عصمت کی تاکہ دوبارہ گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ بارگاہ ایزدی میں یہ دعائیں قبول ہوئیں حضرت معاذ بن کعب رضی اللہ عنہ جب اس آیت کو ختم کرتے تو آمین کہتے تھے۔

سورہ بقرہ کی جامعیت اور آخری دو آیتوں کی فضیلت

سورہ بقرہ قرآن پاک کی سب سے طویل آیت کریمہ ہے اس کی ابتداء

متقین انکی صفات ان کی خصوصیات ان کے اعمال حسنہ یعنی ان کا ایمان بالغیب، اقامت صلوٰۃ انفاق فی سبیل للہ یعنی راہ خدا میں مال کا صرف کرنا مفلحون فرما کر ان کی کامیابی کی بشارت دینے کی ابتداء سے ہوئی اس سورت مبارکہ کا اختتام بھی معافی مغفرت مواخذہ نہ کرنے کی التجا طلب رحمت۔ کافروں پر غلبہ فتح نصرت پر ہوئی ہے۔

یہ سورۂ مبارکہ تقریباً ڈھائی پارہ ۲۸۶ آیات ۴۰ رکوعات پر مشتمل ہے اپنی جامعیت احکام الٰہی کے بیشتر امور مثلاً نماز، روزہ، قصاص، حج، جہاد، طہارت، طلاق، عدت، خلع، حرمت شراب، مدت رضاعت، سود، شہادت غرضیکہ معاشی معاشرتی لین دین دستاویزات کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اسی لئے حدیث میں اس صورت کا نام سنام القرآن بھی آیا ہے یعنی قرآن کا سب سے بلند حصہ۔ ان تمام احکام کی تعمیل کی روح خلوص خشیت الٰہی اور رضائے الٰہی پر مبنی ہے دنیاوی نام نمود نہ ہو اسی لئے سورت کے آخری آیات میں بتا دیا گیا ہے کائنات کا مالک کل رب تبارک وتعالیٰ ہے اسکے احکام کی تعمیل تکمیل میں اگر کسی قسم کی بھول چوک، غلطی سرزد ہوگئی ہو باری تعالیٰ سے معافی مانگے اس کے مواخذہ سے پناہ طلب کرے رحم کا طالب ہو اس کی بزرگی برتری حاکمیت قدرت کا اقرار کرتے ہوئے اس سے مدد چاہے اور فلاح دارین طلب کرے بھول چوک سے بھی اگر کوئی غلطی لغزش ہو جائے اس کی بھی معافی مانگے ہمہ وقت مغفرت رحمت کا خواہاں رہے۔

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں آمن الرسول سے کافرون تک کے فضائل۔

☆بخاری کی حدیث ہے جو شخص ان دو آیتوں کو رات کو پڑھے اسے یہ دو آیتیں کافی ہیں۔

☆مسند احمد میں ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں عرش تلے خزانہ سے دی گئیں ہیں مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

☆صحیح مسلم کی روایت ہے معراج کی رات نبی کریم ﷺ کو تین چیزیں دی گئیں۔ پانچ وقت کی نمازیں، سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں، توحید والوں کے گناہوں کی بخشش۔

☆ابن مردویہ میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نہیں جانتا کوئی اسلام کے جاننے والوں میں سے کوئی شخص آیت الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھے بغیر سو جائے یہ نبی اکرم ﷺ کو عرش کے خزانے سے دی گئیں ہیں۔

☆نعمان بن بشیر سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل جو حالات مرتب فرمائے تھے اس میں سے سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں نازل فرمائی تھیں۔

☆حضرت ابو مسعود انصاری کی روایت ہے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں جنت کے خزانوں میں سے نازل فرمائیں جو شخص ان دو آیتوں کو عشاء کے بعد پڑھ لیتا ہے یہ آیتیں قیام اللیل کے ثواب کی حامل ہیں یعنی اس کو قیام اللیل کا ثواب حاصل ہوگا۔

☆دارمی نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے جو شخص سوتے وقت سورۂ بقرہ کی دس آیتیں تلاوت کر کے سوتا ہے ایسا شخص قرآن پاک نہیں بھولے گا۔ ابتدائی ۴ آیتیں الم سے مفلحون تک۔ تین آیت کریمہ خالدون تک تین آیتیں سورۂ بقرہ کی آخری رکوع سے للہ مافی السموات سے کافرون تک۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

درس حدیث

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی

ھونا ھے .حدیث زیر بحث میں اسلام کے جن پانچ ستونوں کا ذکر ھے ،مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں اب اس کے پہلے ستون کی تشریحی صورت یہ رھی :

شَهَادَةُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدٌ اعَبْدُهُ الكَامِلُ وَرَسُوْلُهُ الْمُكَمِّلُ

اسلام کا پہلا رکن لاالٰہ الا اللہ اور محمد عربی کی عبدیت کاملہ اور رسالت تامہ اور نبوت عامہ کی شہادت ہے۔

۔۔۔الغرض۔۔۔اسلام کے پہلے رکن میں صرف نبی کریم کی 'نفس عبدیت' اور 'نفس رسالت' ہی کی شہادت نہیں بلکہ اس بات کی بھی گواہی دینی ضروری ہے کہ آپ کی رسالت، 'رسالت عامہ تامہ' ہے اور آپ 'رسول مکمل' ہیں، ہر دور کیلئے، ہر قوم کے لئے، ہر ماحول کے لئے اور محققین کے نزدیک ہر مخلوق کیلئے۔اور آپ کی عبدیت کمال کی اس منزل پر ہے جہاں وہ آپ کی اس کامل و مکمل رسالت سے بھی افضل و برتر ہے۔

لا یُمکِنُ الثَّناءُ کَما کانَ حَقُّهُ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

۸۔۔۔اِقَامُ الصَّلوٰةِ: نماز سے مراد فرض و واجب نمازیں ہیں۔نماز کو دل لگا کر صحیح ،ہمیشہ اور شریعت کے مطابق پڑھنا،نماز قائم کرنا ہے۔

۹۔۔۔اِیْتَاءُ الزَّکوٰةِ: زکوۃ سے مراد صدقات مکتوبہ مفروضہ ہیں ایتاء الزکوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ زکوۃ کے مستحقین تک زکوۃ کی رقم پہنچا کر ان کو اسکا مالک بنا دیا جائے .زکوۃ کا دینا انہیں پر فرض ھے جو مالک نصاب ھیں.لیکن جو مالک نصاب نہیں ھیں ان پر زکوۃ کی ادائیگی فرض نہیں۔ہاں زکوۃ کی فرضیت کا ماننا ضروری ہے۔اسلئے کہ اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔

۱۰۔۔۔والحج: عبادت وقربانی کی ادائیگی کے لئے بیت اللہ شریف کا قصد کرنا حج ہے،جو ہر صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ہاں استطاعت نہ ہونے کی صورت میں حج فرض نہیں لیکن اس کی فرضیت کا ماننا لازمی وضروری ہے۔جس کا منکر کافر ہے روزہ زکوۃ سے پہلے فرض کیا گیا اور زکوۃ حج سے پہلے فرض کی گئی لیکن حدیث زیر شرح میں ذکر حج کو ذکر صوم پر مقدم کر دیا ہے شاید اس سے اس نقطہ کی طرف اشارہ مقصود ہو کہ عبادت کی تین صورتیں ہیں:

آپ کے قدم مبارک کی پشت پر رکھ کر دبا دیا۔ یہی آپ کی شہادت کا باعث بن گیا آپ سے بے شمار لوگوں نے حدیث کی رویت کی ہے۔

۲۔ بُنِیَ الْاِسْلَامُ : اسلام نام ہے شریعت کا۔ اسلام کا اطلاق اس معنی پر بھی کیا گیا ہے۔۔۔ اَلْاِ ذْعَانُ بِالْقَلْبِ وَالْاِ سْتِسْلَامُ بِجَمِیْعِ الْقُوٰی وَالْجَوَارِ ح فِی جَمِیْعِ الْاَ حْوَالِ۔۔

دل سے مطیع ہونا اور ہر حال میں اپنے جملہ اعضاء وجوارح سے فرمانبردار ہونا۔ دل کی اطاعت، دل کی تصدیق اور اس کے یقین کا نام ہے۔ یہ دوسرا معنی پہلے معنی سے خاص ہے۔ ارشادِ ربانی 'اَسْلِمْ' میں اسی دوسرے معنی کا امر سیدنا ابرہیم کو فرمایا گیا ہے۔

'بنی الاسلام' میں اسلام سے مراد اسلامِ کامل ہے۔ اس لئے کہ اسلام کی بناء صرف شہادتین پر ہے۔ اس مقام پر صراحۃً صرف ارکانِ اسلام کو بیان کیا ہے۔ رہ گئیں ایمان کی دوسری شاخیں تو ان کا ذکر ضمناً اور اشارۃً ہے۔

۳۔ عَلٰی خَمْسٍ: یعنی علٰی خمس دعائم۔۔۔ اسلام کی تعمیر پانچ کھمبوں پر کی گئی۔۔۔یا۔۔۔ علی خمس قواعد ۔۔ اسلام کی تعمیر پانچ بنیادوں پر کی گئی ہے۔ ایک روایت میں علی خمس دعائم۔۔۔کی صراحت ہے۔ مسلم کی روایت میں 'خمس' کی جگہ 'خمسۃ' ہے۔ اب تقدیر عبارت یہ ہوگی۔۔۔ علی خمسۃ اشیاء۔۔۔یا۔۔۔'علی خمسۃ ارکان' ۔۔۔یا۔۔۔ علی خمسۃ اصول ۔۔۔یعنی اسلام کی تعمیر پانچ چیزوں ۔۔۔یا۔۔۔ پانچ اجزاء۔۔۔یا۔۔۔ پانچ اصول پر کی گئی ہے۔

چونکہ ارشاد مذکور میں معدود کا ذکر نہیں ہے اس لئے امور مذکورہ میں سے ہر ایک کی گنجائش ہے کہ کسی کو بھی معدود قرار دیا جائے۔ تمام صورتوں میں ارشاد مبارک کا حاصل وخلاصہ وہی ہے، جس کی طرف ترجمہ میں اشارہ گزر چکا۔ اس ارشاد مبارک میں اسلام کی اس حالت کی تشبیہہ جو اپنے ان پانچوں ارکان سے 'علی وجہ الدوام' اسے حاصل ہے، اس خیمے کی حالت سے بھی مقصود ہوسکتی ہے جسے پانچ سہاروں پر کھڑا کیا گیا ہو۔ جس میں ایک درمیانی ستون ہو اور باقی اس درمیانی کھمبے کے کنارے کنارے رہنے والے ستون۔ خیمہء اسلام کا درمیانی کھمبا لفظ 'شہادت' ہے جو دل کی گہرائی سے ابھرنے والی شہادت پر گواہ ہے۔ ان پانچوں کے سوا ایمان کی باقی شاخیں خیمے کی کھونٹیوں کی منزل میں ہیں۔ ایک جنازہ میں حاضر ہونے والے ایک مجمع میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرزدق سے دریافت کیا کہ تو نے اس مقام کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے فرزدق نے جواب دیا میں اتنے سال سے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دے رہا ہوں۔ حضرت امام حسن نے فرمایا، یہ تو ستون ہے، مجھے اس کی طنابیں دکھاؤ۔ حضرت امام حسن کا ارشاد بطور تمثیل ہے۔ آپ نے اسلام کو خیمے کے مشابہ قرار دیا، جس کا ستون کلمہء توحید ہے اور جس کی طنابیں اعمال صالحہ ہیں۔

۴۔۔۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے تصدیق قلبی کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دی تو وہ بالاتفاق مسلمان ہوگیا اور اس کی اسلامیت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ حالانکہ ابھی اس سے اعمال صوم وصلوٰۃ اور افعال حج وزکوٰۃ کا صدور ہی نہیں ہوا تو ان چاروں کھمبوں کے بغیر اسلامیت کا

WWW.NAFSEISLAM.COM

خیمہ۔۔یا۔۔اسلامیت کی چھت۔۔یا۔۔اسلامیت کا اعوان، صرف ایک کھمبے، یعنی 'شہادت کلمہ، توحید' پر کیسے قائم ہوگیا ۔ برخلاف اس کے، کہ ایک شخص۔۔ بالفرض۔۔نماز، روزہ، حج اور زکوۃ، ان چاروں اعمال پر اسلام کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرتا ہے، لیکن کلمہ، توحید کی شہادت نہیں دیتا، نا قلبی گواہی نہ لسانی، تو وہ بالاتفاق مسلمان نہیں حالانکہ چار کھمبے موجود ہیں صرف ایک ہی کھمبا تو نہیں۔ تو کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ ایک کھمبے پر تو اسلام کی عمارت قائم ہو جائے لیکن اگر وہ مخصوص کھمبا نہ ہو تو اس کے سوا چار کھمبے اس کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ مکان یا خیمہ صرف کھمبوں کا نام نہیں بلکہ کھمبوں کے سوا بھی کوئی چیز ہوتی ہے جو کھمبوں سے مل کر مکان کہلاتی ہے۔ آخر وہ کون سی چیز ہے جو ان کھمبوں سے مل کر اسلام کے نام سے موسوم ہوئی۔ بعض گمراہوں کے سوا سب ہی مدعیان اسلام پر اتفاق رکھتے ہیں کہ 'نفس ایمان' کے لئے صرف تصدیق قلبی درکار اور کافی ہے اور صرف 'نفس ایمان' ہی سے ایک شخص اسلام والا ہو جاتا ہے۔ تو شہادت لسانی جس کا ذکر حدیث میں ہے اور دوسرے اعمال مذکورہ ان میں سے کوئی بھی موجود نہیں، یعنی پانچوں کھمبوں میں سے کوئی کھمبا نہیں لیکن اسلام موجود ہے۔ تو آخر یہ اسلام کیسا مکان ہے کہ اپنے وجود میں کھمبوں کا بھی محتاج نہیں۔ ان تمام شکوک وشبہات کو یوں دور کیا جا سکتا ہے کہ ایک ہے 'نفس اسلام'، اور ایک ہے 'اسلام کامل'۔ 'اسلام کامل' اپنے وجود میں 'نفس اسلام' کا محتاج ہے۔ لیکن 'نفس اسلام' اپنے وجود میں 'اسلام کامل' کا محتاج نہیں۔ 'نفس اسلام' لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پوری پوری شہادت قلبی کا نام ہے۔ اور 'اسلام کامل' میں اس تصدیق کے ساتھ 'شہادت لسانی' اور 'اعمال' بھی داخل ہیں۔ 'نفس اسلام' 'مانع خلود نار' ہے اور 'اسلام کامل' 'مانع دخول نار'۔ 'شہادت لسانی' گو محققین کے نزدیک 'نفس اسلام' کی حقیقت سے خارج ہے، لیکن اجراء احکام کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے 'شہادت لسانی' کو اسلام کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے کہ اس کے بغیر کسی کو اسلام والا نہیں قرار دیا جا سکتا۔ 'نفس اسلام' ہی 'شہادت لسانی' کے ساتھ اسی شخص کے لئے 'اسلام کامل' ہے جو عمر تکلیف نہ رکھتا ہو، لیکن باشعور ہو۔۔۔یا۔۔۔عمر تکلیف تو رکھتا ہو، لیکن اسے وقت وجوب ادائیگی عمل حاصل نہ ہو۔۔۔۔ مثلاً: وہ کافر جو ٹھیک نصف النہار کے وقت ایمان لایا ہو اور پھر نصف النہار ختم ہونے سے پہلے ہی انتقال کر گیا ہو۔ رہ گئے مسلمانوں کے بے شعور بچے جو عالم لاشعوری میں انتقال کر گئے ہوں۔ تو وہ بالاتفاق مومن کامل ہیں گو ان کے ساتھ نہ 'تصدیق قلبی' ہے نہ 'شہادت لسانی'۔ اس کی وجہ تو یہ ہے کہ ان کو نفس تصدیق میں ان کے والدین کا تابع کر دیا گیا ہے یا یہ کہ اسلام انسان کی فطرت ہے اور جب تک فطرت کے خلاف کسی امر کا ظہور نہ ہو، اس وقت تک حالت فطری ہی کو مد نظر رکھ کر حکم لگایا جائے گا۔ ان دونوں صورتوں میں گویا ظاہر ہے کہ بے شعور بچوں سے تصدیق قلبی نہیں لیکن فی الحقیقت نگاہِ شریعت میں تصدیق مذکور متحقق ہے۔ کفارے کے بے شعور بچوں کے متعلق تفصیلی گفتگو اپنے موقع پر آئے گی انشاء المولیٰ تعالیٰ۔ کس کا اسلام کامل ہے اور کس کا ناقص؟ اس کو افراد مسلمین کے حال کو دیکھنے کے بعد ہی سمجھا جا

سکتا ہے۔۔۔۔مثلاً:

﴿۱﴾۔۔۔ایک شخص کلمہء اسلام کی تصدیق کے ساتھ جملہ اوامر ونواہی شرعیہ کا پابند ہے لیکن رمضان کا مہینہ اس کو میسر نہیں آتا اور وہ انتقال کر جاتا ہے، تو اسکا اسلام بغیر صوم رمضان کے کامل ہے ۔

﴿۲﴾۔۔۔ایک شخص کلمہء اسلام کی تصدیق کے ساتھ جملہ اوامر ونواہی شرعیہ کا پابند ہے لیکن حج کی استطاعت نہیں رکھتا اور اسی عالم بے استطاعی میں داعی اجل کو لبیک کہہ دیتا ہے تو اسکا اسلام بغیر حج کے کامل ہے۔

﴿۳﴾۔۔۔ایک شخص کلمہء اسلام کی تصدیق کے ساتھ تمام شرعی اوامر ونواہی کا پابند ہے لیکن صاحب نصاب نہیں جو زکوۃ دے سکے اور اسی حال پر اسکی موت واقع ہوگئی تو اس کا اسلام بغیر ایتاء زکوۃ کے کامل ہے۔ ان تینوں مثالوں کے علاوہ بعض مثالوں کی طرف اوپر کی تحریر میں اشارہ گزر چکا ہے اور اسی نہج پر ذرا سے تامل کے بعد بہت ساری مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، جسکی تفصیل طول کلام کا باعث ہے۔

اب مجھے امید ہے کہ ایک عام آدمی بھی ان جزئیات پر غور کر کے اس کلی حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہ رہے گا کہ 'اسلام کامل' نام ہے 'تصدیق واعمال' کے مجموعہ کا۔ لیکن یہ اعمال کچھ مخصوص و متعین نہیں کہ فلاں فلاں عمل جب تک تصدیق سے نہ ملے گا اسلام کامل نہ ہوگا۔ بلکہ افرد مسلمین میں سے ہر فرد کی تصدیق کے ساتھ اس عمل کا انتظار اس فرد خاص کے اسلام کو 'اسلام کامل' بناتا ہے جس کا وہ مکلف ہے خواہ وہ ایک ہو۔۔۔یا۔۔۔چند ہوں۔ اس مقام پر یہ ذہن نشین رہنا ضروری ہے کہ عمر تکلیف نہ رکھنے والے باشعور لڑکے یا عمر تکلیف رکھتے ہوئے وقت وجوب ادائیگی عمل نہ پانے والے لوگوں کے اسلام کو، 'کلمہء اسلام' کی تصدیق کے ساتھ صرف عمل شہادت لسانی' ہی 'اسلام کامل' بنا دیتا ہے۔

۵۔۔۔حدیث زیر بحث میں جن پانچ ارکان کا ذکر ہے، ایک ہے انکو اپنی عملی زندگی میں داخل کرنا، اور ایک ہے انکا ماننا۔ دونوں کی دو پوزیشن ہے۔ پہلے پر 'کمال ایمان' موقوف ہے اور دوسرے پر 'نفس ایمان' موقوف ہے۔ لہٰذا اگر کوئی صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے، یا صوم وصلوۃ کا پابند نہ ہو تو وہ مومن تو رہے گا، مگر مومن کامل نہ رہے گا۔ اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

۶۔۔۔شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ : اللہ کی الٰہیت اور الوہیت کی شہادت اور محمد عربی ﷺ کی رسالت کی شہادت کے مابین آپس میں از روئے شرع ایسا تلازم ہے کہ ایک کے بغیر دوسرے کا وجود نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے باوجود اسکے کہ بظاہر یہ دونوں شہادتیں دو نظر آتی ہیں۔ لیکن حدیث پاک میں ان کو ایک ہی رکن اور ایک ہی خصلت قرار دیا گیا ہے۔ بعض روایتوں میں صرف لا الہ الا اللہ کی شہادت پر اقتصار کیا گیا ہے۔ اسکی وجہ یا تو راوی کا سہو ہے۔۔۔یا۔ یہ خیال ہے کہ چونکہ دونوں شہادتیں شرعاً آپس میں لازم وملزوم ہیں اسلئے ان میں سے کسی ایک کا ذکر کافی ہے۔۔۔۔المختصر۔۔۔۔ان میں سے کسی ایک کا ذکر معنوی طور پر دوسرے کا بھی ذکر ہے۔

حدیث زیر بحث میں کلمہء اسلام کی جو ترتیب ہے، من وعن یہی

ترتیب اکثر روایتوں میں ہے۔ جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ صحت اسلام کے لئے ضروری ہے کہ کلمہ اسلام کے دونوں اجزاء میں جو ترتیب ہے ان کی شہادت میں بھی اس ترتیب وتوالی کا خیال کیا جائے۔ یعنی پہلے جزء اول کی شہادت دی جائے پھر جزء ثانی کی۔

۲۔۔۔وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ: رسولِ کریم کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے جملہ ارشادات کو تسلیم کیا جائے۔ لہٰذا اگر کوئی کسی عقیدے کا منکر ہے تو صرف یہی نہیں کہ وہ اس ایک عقیدہ کا منکر ہے، بلکہ اسے رسالت محمدی کا منکر قرار دیا جائیگا۔ المختصر۔ رسول کریم کی رسالت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ سارے عقائد اسلامیہ پر ایمان لایا جائے۔ نبی کریم کی 'صفت عبدیت' کو آپ کی 'صفت رسالت' پر مقدم فرما کر آپ کی 'صفت عبدیت' کے مقام کی برتری کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی 'صفت عبدیت' آپ کی 'صفت رسالت' سے افضل و برتر ہے۔

بعض علماء نے صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

اَلْعُبُوْدِیَّۃُ اَفْضَلُ مِنَ الرِّسَالَۃِ

عبدیت رسالت سے افضل ہے

علماء کرام کے ارشاد میں ماوشما کی عبدیت زیر بحث نہیں بلکہ جس عبدیت کو وہ 'صفت رسالت' پر افضل قرار دیتے ہیں وہ خود اس صاحب رسالت ہی کی عبدیت ہے۔ عبدیت مذکورہ کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ عبدیت کا رخ معبود کی طرف ہے اور رسالت کا رخ مخلوق کی طرف۔ عبد معبد کا۔۔۔ رسول مخلوق کا۔۔۔ عبدیت خلق سے حق کی طرف جانا چاہتی ہے اور رسالت حق سے خلق کی طرف آنا چاہتی ہے۔۔۔ المختصر۔۔۔ عبدیت وصال چاہتی ہے اور رسالت جدائی۔۔۔ اسلئے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا۔۔۔۔

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ ...الخ ﴿سورۃ الفتح:۲۸﴾

اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا

اور جب اپنی طرف سے لے گیا تو عَبْدِہٖ فرما کر لے گیا:

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ... ﴿سورۃ بنی اسرائیل:۱﴾

پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو

مقام عبدیت کا شرف اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عبدیت کہتے ہیں اپنے معاملات ومہمات کو اپنے آقا ومولیٰ کے سپرد کر دینے کو اور رسالت نام ہے دوسروں کے معاملات ومہمات اور دوسروں کی ذمہ داریوں کو اپنے سر لینے کا۔۔۔ الحاصل۔۔۔ عبد کے معاملات ومہمات کی اصلاح اسکے آقا ومولا کے ذمہ کرم پر ہے لیکن رسول اپنی امت کے معاملات ومہمات کی اصلاح کا خود ذمہ دار ہے۔ تو نبی کریم بہ حیثیت 'عبد' بے فکر بھی ٹھہرے اور بے خوف بھی۔۔۔ نہ اپنی فکر، نہ دوسروں کی فکر۔۔۔ نہ اپنا خوف، نہ دوسروں کا خوف۔ لیکن بہ حیثیت رسول، آپ کو فکر وغم سے چھٹکارہ نہیں۔ اپنا نہ سہی دوسروں ہی کا سہی۔ تفسیر کبیر میں ہے:

لَمَّا وَصَلَ مُحَمَّدٌ صَلَوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِلَی الدَّرَجَاتِ الْعَالِیَۃِ وَالْمَرَاتِبِ الرَّفِیْعَۃِ فِی الْمَعَارِجِ اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی یَا مُحَمَّدُ بِمَ اُشَرِّفُکَ قَالَ یَارَبِّ بِاَنْ تَنْسُبَنِیْ

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

اِلٰی نَفْسِکَ بِالْعُبُوْدِیَّۃِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْہِ سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ۔

اپنے سفرِ معراج میں جب حضور آیہ رحمت ﷺ درجات عالیہ اور مراتب رفیعہ پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی فرمائی کہ اے محمد ﷺ میں تمہیں کس چیز سے مشرف و سرفراز کروں۔ حضور اکرم ﷺ نے عرض کیا، اے میرے پروردگار تو مجھے اپنا بندہ فرمادے تو اللہ نے واقعہ اسرار سے متعلق جو آیات کریمہ نازل فرمائیں اس میں ارشاد فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو۔

کون ہے جو خدا کا بندہ نہیں، مگر خود خدا جس کو اپنا بندہ فرمائے، اس کی شان ہی نرالی ہے اور یہ بھی تو دیکھئے کہ بے شمار درجات عالیہ کو طے کر لینے کے بعد اور نہ جانے کتنے بلند و بالا مرتبوں سے گذر جانے کے بعد نبی کریم بارگاہِ الٰہی سے کسی چیز کے آرزومند ہیں تو وہ یہ ہے کہ ان کا پروردگار ان کو اپنا بندہ فرمادے۔ معلوم ہوا کہ رسول جس عبدیت کو چاہ رہے ہیں وہ ایک ایسی مخصوص ترین عبدیت ہے جس کی رسائی وہاں تک ہے جہاں وہم وخیال بھی نہ پہنچ سکے۔ یہی ہے وہ عبدیت کا مسئلہ جس سے بلند و بالا ہونا کسی ممکن کے لئے ممکن نہیں۔

المختصر۔۔۔۔ عبدیت کے بھی کئی درجے ہیں۔ کسی ایک درجہ والی عبدیت کو صرف لفظی اشتراک کی بنیاد پر دوسرے درجہ والی عبدیت پر قیاس کرنا اصطلاحی زبان میں 'قیاس مع الفارق' کی بدترین مثال ہے۔ کفار مشرکین بھی عبد ہیں، اور مومنین و موحدین بھی عبد ہیں، گناہگار بھی عبد ہے، نیکوکار بھی عبد ہے، امتی بھی عبد ہے، انبیاء بھی عبد ہیں۔ اب سب کی عبدیت کو ایک ہی صف میں رکھ کر ایک کو دوسرے جیسا تصور کرنا فہم و فراست اور دین و دیانت کو بالائے طاق رکھنا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ بے شک اللہ کے جلیل القدر نبی و رسول سیدنا کلیم اللہ علیہ السلام اللہ کے عبد تھے اور عبد کامل تھے۔ لیکن ان کی عبدیت کا مدعا طالب جلوہ تھی۔ مگر وہ جس کو عبدہٗ کے شرف سے مشرف فرمایا گیا، وہ عبدیت کامل کی اس آخری منزل پر رہا کہ جلوہ خود اس کا طلب نظر آیا۔ خوب کہا کہنا والے نے: ؎

عبد چیزے عبدہٗ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار او منتظر

مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں 'صفت عبدیت' کی برتری و افضلیت سمجھ لینے کے بعد اب اس قول کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں رہ جاتی کہ نبی کی 'صفت رسالت' پر خود اس کی 'صفت عبدیت' افضل ہے۔ اب غور یہ کرنا ہے کہ نبی و رسول کا مقامِ نبوت و رسالت کیا ہے؟ کیا اس مقام تک کسی غیر نبی کی کوئی صفت یا کوئی غیر نبی کی اپنی جملہ صفات کے ساتھ پہنچ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا صاف اور سیدھا جواب یہی ہے کہ مقامِ نبوت و رسالت بڑا ہی بلند و بالا مقام ہے جہاں تک کسی غیر نبی کی کیا بات کی جائے بلکہ سارے غیر نبیوں کو جمع کر لیا جائے اور سب کے ساتھ اپنا جملہ صفات کی توانائیوں کو سمیٹ کر پرواز کرنا چاہیں جب بھی وہ مقام نبوت کی ہوا تک نہیں پاسکتے۔

اب سوچنے کی یہ بات ہے کہ جب کسی غیر نبی کی عبدیت کسی نبی کے مقام نبوت و رسالت تک نہیں پہنچ سکتی اور اس کے برابر نہیں ہوسکتی، تو اس غیر نبی کی عبدیت، نبی و رسول کی اس عبدیت کے

مقام کو کیسے چھو سکتی ہے جو اس نبی و رسول کی صفت نبوت ورسالت سے بھی افضل ہے ۔ایسی صورت میں صرف لفظی اشتراک کی بنیاد پر کسی غیر نبی کا اپنی عبدیت کو رسول کی عبدیت جیسا تصور کرنا دبے لفظوں میں رسول کی 'صفت رسالت' پر اپنی برتری کا اظہار کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی جسارت کی توقع ایمان والوں سے نہیں کی جاسکتی۔اسی لئے کہ یہ جرأت صرف یہی نہیں کہ روحِ سعادت کے منافی ہے بلکہ دین ودیانت کو بھی خیر آباد کہنا ہے ۔حدیث زیر بحث میں اسلام کے جن پانچ ستونوں کا ذکر ہے، مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں اب اس کے پہلے ستون کی تشریحی صورت یہ رہی:

شَهَادَةُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ الْكَامِلُ وَرَسُوْلُهُ الْمُكَمَّلُ

اسلام کا پہلا رکن لا الٰہ الا اللہ اور محمد عربی کی عبدیت کاملہ اور رسالت تامہ اور نبوت عامہ کی شہادت ہے۔

۔۔۔الغرض۔۔۔اسلام کے پہلے رکن میں صرف نبی کریم کی 'نفس عبدیت' اور 'نفس رسالت' ہی کی شہادت نہیں بلکہ اس بات کی بھی گواہی دینی ضروری ہے کہ آپ کی رسالت، 'رسالت عامہ تامہ' ہے اور آپ 'رسول مکمل' ہیں، ہر دور کیلئے، ہر قوم کے لئے، ہر ماحول کے لئے اور محققین کے نزدیک ہر مخلوق کیلئے۔اور آپ کی عبدیت کمال کی اس منزل پر ہے جہاں وہ آپ کی اس کامل و مکمل رسالت سے بھی افضل و برتر ہے۔

لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

۸۔۔۔**اِقَامُ الصَّلٰوۃِ:** نماز سے مراد فرض وواجب نمازیں ہیں۔نماز کو دل لگا کر صحیح، ہمیشہ اور شریعت کے مطابق پڑھنا، نماز قائم کرنا ہے۔

۹۔۔۔**اِیْتَاءُ الزَّکٰوۃِ:** زکوۃ سے مراد صدقات مکتوبہ مفروضہ ہیں اِیْتَاءُ الزَّکٰوۃِ کا معنی یہ ہے کہ زکوۃ کے مستحقین تک زکوۃ کی رقم پہنچا کر ان کو اسکا مالک بنا دیا جائے۔زکوۃ کا دینا انھیں پر فرض ہے جو مالک نصاب ہیں۔لیکن جو مالک نصاب نہیں ہیں ان پر زکوۃ کی ادائیگی فرض نہیں۔ہاں زکوۃ کی فرضیت کا ماننا ضروری ہے۔اسلئے کہ اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔

۱۰۔۔۔**وَالْحَجُّ:** عبادت وقربانی کی ادائیگی کے لئے بیت اللہ شریف کا قصد کرنا حج ہے، جو ہر صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ہاں استطاعت نہ ہونے کی صورت میں حج فرض نہیں لیکن اس کی فرضیت کا ماننا لازمی وضروری ہے۔جس کا منکر کافر ہے روزہ زکوۃ سے پہلے فرض کیا گیا اور زکوۃ حج سے پہلے فرض کی گئی لیکن حدیث زیر شرح میں ذکر حج کو ذکر صوم پر مقدم کر دیا ہے شاید اس سے اس نقطہ کی طرف اشارہ مقصود ہو کہ عبادت کی تین صورتیں ہیں:

﴿۱﴾۔۔۔صرف بدنی

﴿۲﴾۔۔۔صرف مالی

﴿۳﴾۔۔۔بدنی و مالی دونوں

نماز جو صرف بدنی عبادت ہے اور زکوۃ جو صرف مالی عبادت ہے، ان دونوں کے ذکر کے بعد مناسب سمجھا گیا کہ فوراً ہی متصلاً اس عبادت کا ذکر کر دیا جائے جو بدنی بھی ہو اور مالی

بھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وہ حج ہی ہے۔۔۔۔۔یا۔۔۔۔۔ حدیث زیر شرح میں ارکان اسلام کی مذکورہ بالا ترتیب سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ تینوں طرح کی طاعتیں، یعنی صرف بدنی (۱) اور صرف مالی (۲) اور بدنی و مالی دونوں (۳) یا تو یومیہ ہیں جیسے کہ نماز، جو ہر روز فرض ہے، یا سنویہ ہیں جیسے زکوۃ، جو سال میں ایک بار فرض ہے، یا عمریہ ہیں جیسے حج، جو عمر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ رہ گیا روزہ تو نہ تو وہ ایسی عبادت ہے جو ہر روز فرض ہو، نہ ایسی عبادت ہے جو ماہ بہ ماہ فرض ہو اور نہ ایسی عبادت ہے جو ایک سال گزر جانے کے بعد فرض ہو اور نہ ہی ایسی عبادت ہے جو عمر میں صرف ایک بار فرض ہو۔ لہٰذا اس کے ذکر کو موخر کر دیا۔

اس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ روزہ ہر سال ضرور فرض ہے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ وہ سال گزرنے کے بعد فرض ہو۔ اسلئے کہ اگر شوال کو پہلا مہینہ فرض کیا جائے تو روزہ گیارہ ماہ گزر جانے کے بعد ہی فرض ہو جائے گا۔ ایسا نہیں کہ پورا سال گزر جائے تب فرض ہو لہٰذا عبادت صوم کو سنویہ عبادت کے زمرہ میں نہیں رکھا جاسکتا حدیث پاک میں حج کے ساتھ استطاعت کی شرط نہیں لگائی ہے اسلئے کہ یہ بات کافی مشہور ہو چکی تھی کہ حج صاحب استطاعت ہی پر فرض ہے۔ ویسے بھی بغیر استطاعت کسی طاعت کا وجود کیسے ہو سکتا ہے، تو پھر ہر طاعت میں اسکا اعتبار تو ہوگا ہی، خواہ لفظوں میں اس کا ذکر ہو یا نہ ہو۔

۱۱۔۔۔**صُوْمُ رَمَضَانَ**: رمضان نام ہے شعبان و شوال کے درمیانی مہینے کا۔ لہٰذا شہر رمضان (ماہ رمضان) کہنے کی کوئی ضرورت نہیں اور قرآن کریم میں جہاں شہر رمضان فرمایا گیا ہے وہاں شہر کی اضافیت رمضان کی طرف اضافت بیانیہ ہے۔ روزے کے جو ارکان معلومہ اور شرائط مشہورہ ہیں اُن پر عمل کرتے ہوئے رمضان کے پورے ایام میں روزہ رکھنا اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ بعض روایتوں میں صوم کا ذکر حج کے ذکر پر مقدم ہے، صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ صوم کی فرضیت حج کی فرضیت پر مقدم ہے۔ امام بخاری نے 'کتاب الحج' کو 'کتاب الصوم' پر مقدم رکھا ہے۔ اس کی وجہ اوپر گذر چکی ہے۔ لیکن امام بخاری کے سوا دوسروں نے 'کتاب الحج' کو تمام عبادات کے بعد رکھا ہے، اسلئے کہ حج کا وجود انسان کی آخری عمر سے متعلق ہے۔

۱۲۔۔۔امام بخاری نے اس حدیث زیر بحث کو 'کتاب الایمان' کے شروع میں رکھا ہے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ اسلام کا اطلاق افعال پر ہوتا ہے۔ اور یہ کہ اسلام و ایمان کبھی کبھی ایک معنوں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسلام کے ایوان میں دخول شہادتین پر موقوف ہے۔ تو پھر اس کے ذکر کے بعد ضرورت نہیں تھی کہ چار آخری ارکان کا ذکر کیا جاتا۔ مگر کیا گیا، صرف اس لئے کہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ یہ ارکان بڑے ہی عظیم الشان ہیں، جو جملہ شعائر اسلام میں سب سے زیادہ ظاہر و ممتاز ہیں۔ اسلئے کہ انہیں یہ اطاعت و فرمانبرداری اور اسلام سے سچی وفاداری مکمل ہوتی ہے۔ اور ان میں سے کسی کو ترک کر دینے سے طاعت و انقیاد کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ ان میں سے کسی کا ترک، گو کفر نہیں، لیکن گناہ کبیرہ کی بدترین صورت ہے۔ ارکان اسلام میں جہاد کا ذکر نہیں کیا، اس لئے کہ جہاد بعض احوال کے سوا

WWW.NAFSEISLAM.COM

تمام حالات میں 'فرض کفایہ' ہے اور یہاں کلام ان ارکان سے متعلق ہے جو 'فرض عین' ہوں ۔۔۔۔۔۔نیز۔۔۔۔۔۔جو عظیم ترین شعائر اسلام سے ہوں۔ جہاد کی اسی ثانوی حیثیت کے پیش نظر ایک روایت کے اخیر میں فقرہ زائد کردیا گیا ہے کہ:

اِنَّ الْجِهَادَ مِنَ الْعَمَلِ الْحَسَنِ

جہاد نیک کاموں میں سے ہے

۔۔۔اس فقرہ میں جہاد کو اسلام کا رکن نہیں فرمایا گیا ہے۔

۱۳۔۔۔حدیث زیر شرح میں صرف پانچ ارکان کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ عبادت یا تو فعل ہے یا ترک ہے۔ ترک والی عبادت روزہ ہے، فعل والی عبادت کی چار صورتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ لسانی ہوں، دوسری یہ کہ بدنی ہو، تیسری یہ کہ مالی ہوں اور چوتھی یہ کہ بدنی و مالی دونوں ہوں۔ لسانی عبادت میں ممتاز مقام شہادتین کو حاصل ہے۔ بدنی عبادت میں افضل و برتر مقام نماز کو حاصل ہے۔ مالی عبادت میں اونچا، بلند و بالا مقام زکوٰۃ کو حاصل ہے۔ اور بدنی و مالی عبادت میں حج کو امتیازی شان حاصل ہے۔

۱۴۔۔۔شہادتین کا ذکر سب سے پہلے کیا، اسلئے کہ وہ اصل ہے اس کے بعد نماز کا ذکر فرمایا، اسلئے کہ نماز، عماد اعظم دین کا بہت بڑا ستون ہے۔ اسی لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

عَمُوْدُ هَا الصَّلٰوةُ

دین کا ستون نماز ہے

۔۔۔ایک اور حدیث میں ہے:

اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْنِ

نماز دین کا ستون ہے

۔۔۔ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط

﴿سورۃ العنکبوت: ۴۵﴾

نماز فواحشات اور برائیوں سے روکتی ہے

اسی لئے نماز کو 'ام العبادات' کہا گیا ہے۔ جیسا کہ شراب کو 'ام الخبائث' کہا گیا ہے۔ نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر کیا۔ اسلئے کہ قرآن کریم میں بھی جابجا اس کا ذکر نماز کے ذکر کے بعد ہے، جس نے زکوٰۃ کو نماز کا ہم نشین بنادیا ہے۔ عبادت بدنی کے ذکر کے بعد فوراً ہی متصلاً عبادت مالی کا ذکر چونکہ قرآنی نقطۂ نظر کے بالکل مناسب ہے تو قرآن کریم کی اقتداء کرتے ہوئے اسی مناسب رویے کو اس حدیث میں اپنایا گیا ہے زکوٰۃ کے بعد حج کا ذکر ہے، اس لئے کہ یہ دو طرح کی عبادتوں (بدنی و مالی) کا سنگم ہے، اور دو طرح کی مشقتوں کا محل ہے، جس کا بے عذر ترک کرنے والے پر سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ رہ گئی وہ روایت صحیحہ جس میں ذکر حج کو ذکر سوم پر مؤخر کیا گیا ہے، تو اس میں ترکیب کی رعایت ملحوظ خاطر ہے۔ اس لئے کہ روزہ ۲ھ میں فرض کیا گیا اور حج ۵ھ۔۔۔یا۔۔۔۶ھ۔۔۔یا۔۔۔۸ھ۔۔۔یا۔۔۔۹ھ میں فرض کیا گیا۔ زکوٰۃ بھی ۲ھ میں فرض کی گئی۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض کی گئی۔

۱۵۔۔۔مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: اس حدیث کی روایت امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے بھی کی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

رمضان المبارک

میں تلاوت کلام پاک کا خصوصی اہتمام کیجئے

جناب عارف دہلوی مرحوم (ایم اے)

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ ہمیں پھر میسر آ رہا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اس دعا پر آمین فرمائی کہ " ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا لیکن پھر بھی اپنی مغفرت نہ کرائی (یعنی اس نے اپنی مغفرت کا سامان نا کیا) اس رحمتوں اور برکتوں والے مہینے میں عبادت و ریاضت اور تلاوتِ کلامِ پاک کا خصوصی اہتمام کیجئے۔ توبہ واستغفار مسلسل کیجئے۔ صدقہ و خیرات کثرت سے کیجئے۔ سال کے بقیہ دنوں میں دنیاوی معاملات پر ہماری پوری توجہ رہی۔ رمضان المبارک کے تیس دنوں میں تو کم از کم اپنی مغفرت کا سامان کر لینا چاہیے۔ اگرچہ ہم پر لازم تو یہ ہے کہ ہر لمحہ ہر لحظہ اپنے رب کی طرف متوجہ رہیں اور فرائض میں ہرگز کوتاہی نہ کریں۔ رمضان المبارک کے متعلق اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے کہ " رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے" اس ماہ مبارک میں دیگر فرائض کی ادائیگی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کیجئے اور بے پناہ ثواب واجر کے حق دار بنیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: " جس نے قرآن پاک کا ایک حرف پڑھا اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا"۔ پھر وضاحت فرمائی: " میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے یہ تین حرف ہیں الف ایک حرف ل ایک حرف اور م ایک حرف۔ یعنی الٓمٓ پڑھنے پر تیس نیکیاں عطا ہونگی۔ (ترمذی شریف)

قرآن پاک میں ایک تحقیق کے مطابق 3,23,760 حروف میں ہر حرف پر دس نیکیاں تو پورا قرآن پڑھنے پر بتیس لاکھ سینتیس ہزار چھ سو نیکیاں عطا ہونگی۔ دیکھیے اللہ تعالی کا اپنے بندوں پر کتنا کرم ہے۔

قرآن پاک کی بعض سورتیں اجر و ثواب کے لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اگر کوئی شخص بالخصوص خواتین اور بچے ہر روز انہیں تلاوت کر لیا کریں۔ تو بے حد و بے حساب نیکیاں کما لیں۔ ذیل میں ایسی سورتیں احادیث کے حوالوں سے درج کی جا رہی ہیں۔

۱۔ سورۃ فاتحہ تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب دو مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (رواہ عبداللہ ابن عباس تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۱۵)

۲۔ آیۃ الکرسی چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (رواہ احمد)

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ ہمیں پھر میسّر آرہا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اس دعا پر آمین فرمائی کہ ’’ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا لیکن پھر بھی اپنی مغفرت نہ کرائی (یعنی اس نے اپنی مغفرت کا سامان نا کیا) اس رحمتوں اور برکتوں والے مہینے میں عبادت و ریاضت اور تلاوتِ کلامِ پاک کا خصوصی اہتمام کیجئے۔ توبہ واستغفار مسلسل کیجئے۔ صدقہ و خیرات کثرت سے کیجئے۔ سال کے بقیہ دنوں میں دنیاوی معاملات پر ہماری پوری توجہ رہی۔ رمضان المبارک کے تمیں دنوں میں تو کم از کم اپنی مغفرت کا سامان کر لینا چاہیے۔ اگرچہ ہم پر لازم تو یہ ہے کہ ہر لمحہ ہر لحظہ اپنے رب کی طرف متوجہ رہیں اور فرائض میں ہرگز کوتاہی نہ کریں۔ رمضان المبارک کے متعلق اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے کہ ’’رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے‘‘ اس ماہ مبارک میں دیگر فرائض کی ادائیگی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کیجئے اور بے پناہ ثواب و اجر کے حق دار بنیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے قرآن پاک کا ایک حرف پڑھا اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا‘‘۔ پھر وضاحت فرمائی: ’’میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے یہ تین حرف ہیں الف

آمد رمضان شریف

از مولانا ضیاء القادری

نظار آیا ہلالِ نو مبارک وقت شام آیا
جہاں میں نور پھیلاتا ہوا ماہِ صیام آیا
فرازِ عرش سے قرآن بکف حق کا پیام آیا
نویدِ بخششِ اُمت لیے ماہ صیام آیا
سرُورِ مغفرت دل میں بطرزِ نو مدام آیا
نظر اس ماہ میں ہر مرد مومن شاد کام آیا
مسلمانوں میں ہے جوشِ طرب ماہ صیام آیا
جہاں میں آج مہمانِ خداوندی کا نام آیا
فلک سے روز و شب انوار برسے روزہ داروں پر
نظر نور و ظہور ذاتِ حق ہر صبح و شام آیا
نوافل میں گزاریں مردِ شب بیدار نے راتیں
تلاوت میں، عبادت میں ڈھلا دن وقت شام آیا
چھپائے لیلۃ القدر مبارک تو تہہ داماں
علی الاعلان بزمِ دھر میں ماہِ صیام آیا
تراویح و نوافل کے لئے ہر شب مساجد میں
ہجوم اہل ایمان با ادب با احترام آیا
شفاعت مصطفٰی نے نمازی روزہ داروں کی
ہجومِ حشر میں ذوق صلوٰۃ و صوم ہی کام آیا
خدا را اے مسلماں! روزہ رکھ، مردِ مسلمان بن
غنیمت ہے کہ تیرے ہاتھ یہ ماہِ صیام آیا

WWW.NAFSEISLAM.COM

حقائق شب قدر

شیخ الحدیث وتفسیر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ العالی

اللہ تعالیٰ نے فرزندان اسلام کو متعدد مقدس اور مبارک راتیں عطا فرمائی ہیں۔شب میلاد،شب معراج، شب برات اور شب قدر یہ سب ہی قدر ومنزلت کی راتیں ہیں اور ان راتوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے انعام واکرام سے نوازا ہے ۔یوں تو کوئی لمحہ عطا سے خالی نہیں اگر اس کی عطا نہ ہو تو عالم ویران ہو جائیگا مگر اس کی نوازشوں کا جو انداز شب قدر میں ہوتا ہے وہ کسی رات میں نظر نہیں آتا۔اس رات میں اس نے اپنا کلام اتارا اور اس نعمت سے کتنی ہی نعمتوں کے دروازے کھلے،زبان انسان نطق یزداں کی محافظ بنی۔سینہ بشریت لاہوتی اسرار کا محرم اور پیکر آب وگل میں وحی الٰہی کے فانوس روشن ہوگئے ۔اس رات کے مجاہدوں پر غروب آفتاب سے سپیدۂ سحر تک نور برستا رہتا ہے رحمتیں ہزار گنا بڑھ جاتی ہیں۔اس رات کا منظر دیکھنے کے لئے فرشتے آسمانوں سے قطار در قطار اترتے ہیں اور جب انسانوں کی عبادتوں اور ریاضتوں کے جلال پر ان کی نگاہ پڑتی ہے تو برسوں کے مان ٹوٹ جاتے ہیں لاکھوں لاکھ سال کی عبادتوں پر ناز کرنے والے قدسیوں کو اس رات کے عبدوں پر سلام بھیجنا پڑتا ہے۔

شب قدر کا معنی اور مفہوم: قدر کے ایک معنی مرتبے کے ہیں۔اس رات کو شب قدر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سال کی باقی راتوں کے مقابلے میں یہ زیادہ بلند پائے اور اعلیٰ مرتبے کی رات ہے یہ اس لئے کہ اس رات میں عبادت کی قدر ومنزلت باقی راتوں کی نسبت ہزار درجہ بھی زیادہ ہے یا اس سبب سے کہ اس رات کے عابدوں کی قدر اللہ کے نزدیک باقی راتوں کے عابدوں سے کہیں زیادہ ہے قدر کا لفظ قضا وقدر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور فرشتوں کو چونکہ اس رات انسان کی ایک سال کی تقدیر کا قلمدان سونپ دیا جاتا ہے۔اس لئے اس رات کو شب قدر کہتے ہیں۔قدر کے ایک معنی تنگی کے بھی ہیں کیونکہ فرشتے بڑی کثرت سے اس رات زمین پر اترتے ہیں۔یہاں تک کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے اس وجہ سے بھی اس رات کو شب قدر کہتے ہیں۔

حصول شب قدر کا سبب: رسول اکرم ﷺ گزشتہ امتوں کے احوال بیان فرماتے تھے۔ان کی ریاضتوں کا طول اور عبادتوں کی کثرت بتلاتے تھے اسی ثناء میں ایک دن فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ہزار ماہ جہاد کیا ایک مرتبہ فرمایا کہ شمعون علیہ السلام ایک ہزار ماہ تک راہ خدا میں کفار سے لڑتے رہے۔وہ جو دن رات حصول عبادت اور مسابقت خیر میں کوشاں رہتے تھے انہوں نے جب ان طویل عبادتوں کا قصہ سنا تو دل اُداس ہو گئے لمبی عباوتوں کے اس دور میں آگے بڑھنے کے لئے شوق کا شرارہ اٹھا اور اپنی عمروں کی تنگ دامانی دیکھ کر سرد پڑ گیا۔جب حضور ﷺ فرماتے کہ بنی اسرائیل کے فلاں شخص نے اسّی سال

عبادت کی اور کوئی گناہ نہ کیا تو اس مقام کے حصول کے لئے دل مچلتے اور منزل کو اختیار سے باہر پا کر آزردہ ہوجاتے شوق کی لہریں ابھرتیں اور قضا و قدر کی چٹان سے ٹکرا کر بیٹھ جاتیں۔ رحمت خداوندی سے بندوں کا یہ کرب دیکھا نہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بتایا تمہاری عمر تو نہیں بڑھ سکتی پر اجر تو بڑھ سکتا ہے۔ ہزار ماہ کی طویل عمر نہ سہی ہم تمہیں ایک ہی رات میں ہزار ماہ کا اجر دے دیتے ہیں۔

ماہِ صیام اور شبِ قدر: قرآن کریم فیاض ہے۔ اسے نازل کرنے کے لئے رات بھی ایسی ہونی چاہیے تھی جو اپنی فیاضی میں آخری سرحدوں کو پہنچی ہوئی ہو۔ اس لئے قرآن کریم کو شبِ قدر جیسی فیاض شب میں نازل کیا گیا۔ رمضان کی کسی ایک طاق رات میں شبِ قدر آتی ہے کسی اور ماہ میں بھی آسکتی تھی مگر اس رات میں اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام اتارنا تھا۔ بندوں کو اپنی صفت کا امین بنانا تھا۔ لہٰذا اس کے لئے وقت بھی ایسا درکار تھا جس میں بندوں کو اپنے رب سے کچھ مناسبت ہوتی۔ رمضان میں بندے اپنے مولا سے قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بادی اقتضاء کے باوصف تجرد کو اپنانے میں لگے رہتے ہیں تنزیہہ و تقدیس کی ایک جھلک کے حصول کی خاطر کھانے پینے اور دوسرے طبعی تقاضوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر جب مادیت کے حجاب اُٹھتے ہیں تو سینہ بشریت اسرار وحی کے لائق ہوجاتا ہے۔

شبِ قدر کی تعیین: شبِ قدر کی تعیین میں علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے فتح الباری میں چھیالیس اقوال دلائل کے ساتھ ذکر کیئے ہیں۔ ہم ان میں سے ائمہ مذاہب کے اقوال منتخب کرلیتے ہیں۔ امام مالک بن انس، امام احمد بن حنبل اور سفیان ثوری کا مذہب ہے کہ شبِ قدر ہمیشہ ایک تاریخ میں نہیں ہوتی بلکہ رمضان کے آخری عشرہ میں منتقل ہوتی رہتی ہے امام شافعی کا مذہب ہے کہ شبِ قدر آخری عشرہ کی پہلی رات میں ہے اور مشہور رائے کے مطابق امام ابوحنیفہ کے نزدیک سال کی کسی تاریخ میں یہ رات ہو سکتی ہے لیکن علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں کہ امام اعظم کے نزدیک شبِ قدر رمضان ہی کی کسی رات میں ہوتی ہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ رمضان کی کسی ایک معین رات میں ہوتی ہے۔

شبِ قدر کے تعین میں اس قدر اختلاف کے باوجود جمہور امت کا اس پر اتفاق ہوچکا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے اور اکثرین کا مختار یہی ہے کہ شبِ قدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ حضرت ابی کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عدد طاق ہے اور طاق اعداد میں سات کا عدد پسندیدہ ہے، اس پر سات زمینوں، اور سات آسمانوں، سات اعضاء پر سجدہ، ہفتہ کے سات دنوں اور طواف کے سات پھیروں سے استدلال کرتے تھے اور جب ثابت ہوگیا کہ سات کا عدد پسندیدہ ہے تو پھر یہ رات رمضان کے آخری عشرہ کی ساتویں رات ہونی چاہیے۔ فخر الدین رازی نے حضرت ابن عباس سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ لیلۃ القدر کے حروف نو ہیں اور یہ لفظ قرآن کریم میں تین مرتبہ ذکر کیا گیا ہے جس کا مجموعہ ستائیس ہے پس یہ رات ستائیس ہی ہونی چاہیے۔

بہر حال یہ سب قرائن ہیں اور زیادہ سے زیادہ ظن کا فائدہ

پہنچاتے ہیں اور شب قدر کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کونسی رات ہے۔

شب قدر کے اخفا کی حکمتیں: اللہ اور اس کے رسول نے صراحتہً شب قدر کی تعیین نہیں فرمائی اور عروس لیلۃ القدر کو ابہام کے حجاب میں مستور رکھا ہے مفسرین لکھتے ہیں کہ شب قدر کو اس لئے آشکارہ نہیں کیا تا کہ امت میں ذوق تجسس اور گرمی عمل برقرار رہے نیز لکھتے ہیں کہ اگر لیلۃ القدر کو ظاہر کر دیتے تو لوگ عام طور پر اسی رات کی عبادت پر اکتفا کر لیتے اور راہ عمل مسدود ہو جاتی یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کو اپنے بندوں کا جاگنا اور اسے یاد کرنا زیادہ محبوب ہے۔ عدم تعیین کے سبب لوگ شب قدر کی تلاش میں متعدد راتیں جاگ کر گزاریں گے اس لئے اس کو مخفی رکھا۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اگر شب قدر کو معین کر دیا جاتا تو جس طرح اس رات میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادت جتنا ہوتا اس طرح اس میں گناہ بھی ہزار درجہ بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس رات کو ابہام اور اخفاء میں رکھا ہے تا کہ اگر کوئی شخص اس رات کو عبادت کرے تو اسے ہزار عبادتوں کا ثواب مل جائے لیکن اگر کوئی شخص غفلت اور جہالت میں اس رات کوئی گناہ کر بیٹھے تو تعیین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے لیلۃ القدر کی عظمت مجروح کرنے کا گناہ اس کے ذمہ نہ آئے۔

علم رسالت اور شب قدر: رسول اکرم ﷺ کو شب قدر کی تعیین کا علم تھا یا نہیں۔ ہمارے نزدیک تو یہ بحث بے ادبی ہے۔ نبی ﷺ کو دین کے احکام اور شریعت کے اسرار کا بھی علم نہ ہو تو پھر نبوت کا کیا مفہوم رہ جاتا ہے۔ لیکن اس بے لگام دور میں چونکہ کچھ لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ حضور ﷺ کو بھی شب قدر کی تعیین کا علم نہیں تھا اس لئے ہم بھی اس موضوع پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جسے عبادہ بن صامت روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں لیلۃ القدر بتانے آئے تو دو مسلمان آپس میں لڑنے لگے آپ نے فرمایا کہ میں تم کو لیلۃ القدر کی خبر دینے آیا تھا پس فلاں فلاں لڑ پڑے اور اس (کی تعیین) کو اٹھا لیا گیا اور شاید یہ تمہارے لئے بہتر ہو پس اس رات کو اکیس، تیئس، پچیس، ستائیس اور انتیس تاریخوں میں تلاش کرو۔

(بخاری جلد ا ص ۲۷۱)

اس حدیث کے بعد حضور ﷺ کے فرمان سے نفی پر استدلال کیا جاتا ہے **قد اریت هذه الليلته ثمه انسيتها**۔ مجھے یہ رات دکھائی گئی تھی۔ پھر بھلا دی گئی۔

آیئے دیکھیں شارح بخاری نے اس حدیث کی کیا شرح کی ہے۔ یہ ہیں علامہ ابن حجر عسقلانی: لکھتے ہیں

والمر ادانه انسى علم تيعينها فى تلك السنة وسبب النسيان فى هذه القصه فى حديث عبادة بن صامت (فتح الباری جلد ۱۶۲)

مراد یہ ہے کہ لیلۃ القدر کی تعیین کا علم حضور پاک ﷺ سے صرف اس سال بھلا دیا گیا تھا اور اس کا سبب عبادہ بن صامت کا بیان کردہ واقعہ ہے۔

یہی بات اس حدیث کے تحت علامہ بدر الدین عینی نے (عمدۃ القاری جلد ۱۱ ص ۱۳۳) میں اور جناب انور شاہ کاشمیری نے فیض

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

الباری (جلد۳ص۱۸۳) میں بیان کی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ **وما ادراک ما لیلتہ القدر** اور سفیان بن عنیہ سے امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ قرآن کریم میں وما ادراک کے ساتھ جن چیزوں کا ذکر ہے وہ سب حضور ﷺ نے بتلا دیں ہیں (بخاری جلد ا ص ۲۷۰)

اس کے علاوہ حافظ محمد بن علی شوکانی نے بھی تفسیر فتح القدیر (جلد ۴۷۲) میں اس روایت پر اعتماد کیا ہے اور شارحین بخاری نے بھی اس کو تقویت پہنچائی ہے۔

اختلاف مطالع اور شب قدر: طلوع اور غروب کے اوقات علاقوں کے اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں ہمارے وقت کے لحاظ سے عرب ممالک میں دو سے لے کر چار گھنٹوں کا فرق ہوتا ہے برطانیہ میں یہاں سے پانچ اور کینیڈا میں ۹ گھنٹے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے اور امریکہ میں جا کر بارہ گھنٹے کا فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لئے تمام دنیا کے لئے ایک رات شب قدر نہیں ہو سکتی کیوں کہ جو رات کسی علاقہ کے لئے طاق ہے۔ وہ دوسرے کے لئے جفت ہو گی نیز قطب شمالی و جنوبی میں چھ چھ ماہ کے دن رات ہوتے ہیں ان علاقوں میں شب قدر کا تعین کیونکر ہو گا۔

اس کی وضاحت میں ایک بات تو یہ کہی جا سکتی ہے کہ جس طرح نمازوں کے ہر علاقہ کے اپنے اپنے مطلع کا اعتبار ہوتا ہے اور ہر شخص اپنے علاقہ کے حساب سے نماز پڑھتا ہے اسی طرح شب قدر بھی ہر علاقے والے اپنے حساب سے تلاش کریں گے۔ اور ہر شخص اپنے مطلع کے حساب سے آخری عشرہ کی طاق رات کا تعین کرے گا اور جس طرح بُعد عظیم کی بناء پر دونوں میں عید ہو سکتی ہے اسی طرح اگر دو راتوں میں شب قدر بھی متحقق ہو جائے تو کچھ بعید نہیں ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شب قدر صرف ایک رات ہو اور جن علاقوں میں اس وقت رات کی جگہ دن ہو ان میں اسی دن سے متصل رات میں عبادت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ حکمی طور پر یہ ثواب عطا فرما دیگا۔

باقی رہے قطبین تو وہاں اگرچہ شب قدر کا تحقیق مشکل ہے اس جگہ اس قدر ٹھنڈی ہوتی ہے کہ وہاں انسانی آبادی ممکن ہی نہیں ہے اس لئے وہاں شب قدر پانے یا نہ پانے کا مسئلہ ہی نہیں ہے

ثواب میں اضافہ: شب قدر میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ ہوتا ہے۔ تو کیا اس ایک رات میں عبادت کر لینے کے بعد انسان ہر ماہ کی عبادتوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔؟

اسی طرح ایک نماز کا ثواب دس نمازوں کے برابر ہے تو کیا ایک نماز پڑھنے کے بعد کوئی شخص دس نمازوں سے بری ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شب قدر کی عبادت نفلی ہے اور ہزار ماہ میں جو فرائض اور واجبات ہیں یہ نفلی ہیں عبادت ان کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ رہا یہ کہ ایک فرض کا ثواب اس کی دس مثلوں کے برابر ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان مثلوں میں سے کوئی ایک مثل اس فرض کے مثاوی کیسے ہو سکتی ہے جو خود اس جیسی دس مثال کے برابر ہے اور انسان دس امثال کے مساوی فرض کے ادا کرنے کا مکلّف ہے صرف ایک مثل کا نہیں لہٰذا ایک نماز پڑھ کر انسان دس نمازوں سے آزاد ہو سکتا ہے اور نہ ہی شب قدر کی عبادت

پا کر ہزار ماہ کی عبادت سے بری ہو سکتا ہے۔

گناہ میں اضافہ: ایک بحث یہ بھی غور طلب ہے کہ جس طرح شبِ قدر میں عبادت کرنے سے ثواب بڑھ جاتا ہے کیا اس طرح شب قدر میں گناہ کرنے سے سزا بھی زیادہ ہوتی ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو قطعی طور پر شبِ قدر کا تعین حاصل ہو جائے اور پھر وہ اس رات میں گناہ کرے تو یقیناً اور راتوں کے گنہ سے زیادہ ہوگا۔قرآن کریم میں ہے۔ جو شخص برائی کرے اس برائی کے برابر عذاب ہوتا ہے۔زیادہ نہیں ہوتا۔پھر جاننے کے بعد شب قدر میں معصیت کرنے والا زیادہ عذاب کا مستحق کیسے ہوگا۔تو گذارش یہ ہے کہ جو شخص شبِ قدر معلوم ہونے کے بعد اس رات میں گناہ کرے گا اس کے دو گناہ ہیں ایک تو فی نفسہ ناجائز کام کرنا دوسرا شب قدر کی حرمت پامال کرنا جس طرح کعبہ میں بدکاری کرنا زیادہ معصیت ہے۔کیونکہ یہاں ایک فعل معصیت ہے اور دوسرا فعل توہین حرم اور **یجزی الامثلھا** کا مطلب یہ ہے کہ معصیت کہ لحاظ سے جس جرم کی جو سزا مقرر کی ہے اس جرم پر ایک سزا ہی ملے گی۔دو سزائیں نہیں ملیں گی۔پس کعبہ یا لیلۃ القدر میں معصیت کا ارتکاب کرنے والا اگرچہ عام جگہ معصیت کی نسبت زیادہ سزا کا مستحق ہے لیکن اس جرم کے لحاظ سے جو سزا مقرر ہے وہ سزا اسے ایک ہی ہوگی دو نہیں۔

نزول ملائکہ: پیدائش آدم کے وقت فرشتوں نے انسان کے بارے میں خیال ظاہر کیا تھا کہ انسان فتنہ جو، خونریز اور فسادی ہوگا اور اس کے مقابلے میں اپنی حمد و تسبیح اور عبادتوں کا ذکر کیا تھا۔اللہ اپنی شاہکار تخلیق کے کمالات فرشتوں پر جتانا چاہتا تھا۔اضطراری عبادتوں کے خول میں لپٹے رہنے والوں کو سوز و گداز اور ذوق و شوق کے جلوؤں سے روشناس کرانا تھا اور یہ بتانا تھا کہ حکم و خوبی تو الگ رہا اگر ہم استحباب کے درجہ میں کہیں بلکہ کہیں نہیں صرف ترغیب ہی دیں تو ہمارے بندے نیند اور آرام چھوڑ کر محض ہماری خاطر ساری رات قیام کرتے رہیں گے معصیت سے خائف۔ قلت طاعت پر نادم، لبوں پر آہیں، آنکھوں میں آنسوں اور سینے میں شوق کا طوفان چھپائے فرزندان آدم اس تاریخ کو ساری رات کھڑے ہیں اللہ تعالیٰ یہ منظر دکھانے کے لئے فرشتوں کو آسمان سے قطار در قطار نازل فرماتا ہے۔فرشتے آتے ہیں اور جھک جھک کر انسان کی عظمتوں کو سلام کرتے ہیں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ شبِ قدر میں عبادت کرنے والے انسان کو جس وقت روح الامین آ کر سلام کرتے ہیں اور اس سے مصافحہ کرتے ہیں تو اس پر خشیت الٰہی کی ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے۔آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں اور بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے۔امام رازی فرماتے ہیں فرشتوں کا سلام سلامتی کا ضامن ہوتا ہے۔سات فرشتوں نے آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا تو ان پر نار نمرود برداً وسلاماً ہوگئی۔لیلۃ القدر کے عابدوں پر جب لاتعداد فرشتے آ کر سلام کرتے ہیں تو کیونکہ نہ امید کی جائے کہ ان پر نار جہنم امن و سلامتی والی ہو جائے گی۔

مسائل روزہ

ذکر و فکر اور عبادت کے ذریعہ قرب خداوندی کے حصول کے متلاشی اس مضمون کو ضرور پڑھیں

اشرف المشائخ حضرت ابومحمد سید احمد اشرف شاہ اشرفی الجیلانی قدس سرہ

(۱) رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں، ان کا انکار کرنا کفر ہے اور بلا عذر چھوڑنا فسق ہے

(۲) بغیر عذر شرعی روزہ نہ رکھنے کی وہی سزا ہے جو نماز نہ پڑھنے اور زکوۃ نہ دینے کی ہے

(۳) فرمان نبوی ہے کہ بغیر عذر شرعی کے رمضان کا روزہ جس نے نہ رکھا اگر وہ تمام سال یا تمام عمر بھی نفلی روزے رکھے یا دنیا کی ساری نعمتیں خیرات کردے تب بھی اس ایک روزے کے درجے کو نہ پہنچ سکے گا (ترمذی)

(۴) بیمار، مسافر، حیض و نفاس کی حالت میں عورت، حاملہ عورت بچوں کو دودھ پلانے والی عورت کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے لیکن جب یہ عذر ختم ہوجائے تو روزوں کی قضا پوری کریں

(۵) قضا روزے سال میں کسی بھی وقت ایک دم یعنی لگاتار رکھے جاسکتے ہیں اور تھوڑے تھوڑے کر کے کئی دفعہ بھی رکھے جاسکتے ہیں

(۶) قضا یا واجب یا سنت روزے سال کے پانچ دنوں کے علاوہ کسی بھی دن رکھے جاسکتے ہیں۔ پانچ دن یہ ہیں: عید کا دن، عید الاضحی اور اس کے بعد کے تین دن

(۷) ایسا مریض یا ضعیف شخص جو کسی حال میں بھی روزہ نہیں رکھ سکتا اور اس کے پاس اتنا ہے کہ وہ کسی مسکین کو کھانا کھلا سکے تو اس کے لئے روزہ چھوڑنے کی رعایت ہے قضا بھی لازم نہیں ہے۔ اس کو چاہیے کہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے

(۸) روزہ دار کی حالت اگر ایسی بگڑ جائے کہ جان جانے کا خوف ہو تو روزہ توڑا جاسکتا ہے۔ قضا لازم ہے

(۹) طاقتور آدمی اگر سفر میں بھی روزے رکھے بشرطیکہ اسے کوئی تکلیف نہ ہو تو بہتر ہے

(۱۰) روزہ جان بوجھ کر توڑنے پر کفارہ لازم آتا ہے۔ ایک روزہ کا کفارہ یہ ہے کہ متواتر دو ماہ کے روزے رکھے

(۱۱) رمضان کے روزے کے ساتھ کسی نفلی یا قضاء روزے کی نیت نہیں کی جاسکتی۔

(۱۲) اگر ابر کی وجہ سے قبل از وقت روزہ کھول لیا تو قضا لازم ہے

(۱۳) اگر دانت میں گوشت کا ریشہ پھنسا رہ گیا دن میں کسی وقت وہ دانتوں سے نکل کر پیٹ میں چلا گیا، اگر یہ ریشہ چنے جتنا تھا تو روزہ جاتا رہا، قضا لازم ہے لیکن اگر چنے سے کم تھا تو روزہ ہوگیا۔ اس کے برعکس اگر گوشت کا ریشہ خواہ چنے سے کتنا ہی کم کیوں نہ ہو اگر دانتوں سے نکلنے کے بعد قصداً چبایا اور کھالیا تو روزہ ٹوٹ گیا

(۱۴) اگر اچانک مکھی گلے میں چلی جائے تو اس سے بھی روزہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

(۱) رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں، ان کا انکار کرنا کفر ہے اور بلا عذر چھوڑنا فسق ہے

(۲) بغیر عذر شرعی روزہ نہ رکھنے کی وہی سزا ہے جو نماز نہ پڑھنے اور زکوۃ نہ دینے کی ہے

(۳) فرمان نبوی ہے کہ بغیر عذر شرعی کے رمضان کا روزہ جس نے نہ رکھا اگر وہ تمام سال یا تمام عمر بھی نفلی روزے رکھے یا دنیا کی ساری نعمتیں خیرات کردے تب بھی اس ایک روزے کے درجے کو نہ پہنچ سکے گا (ترمذی)

(۴) بیمار، مسافر، حیض و نفاس کی حالت میں عورت، حاملہ عورت بچوں کو دودھ پلانے والی عورت کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے لیکن جب یہ عذر ختم ہوجائے تو روزوں کی قضا پوری کریں

(۵) قضا روزے سال میں کسی بھی وقت ایک دم یعنی لگا تار رکھے جاسکتے ہیں اور تھوڑے تھوڑے کر کے کئی دفعہ بھی رکھے جاسکتے ہیں

(۶) قضا یا واجب یا سنت روزے سال کے پانچ دنوں کے علاوہ کسی بھی دن رکھے جاسکتے ہیں۔ پانچ دن یہ ہیں: عید کا دن، عید الاضحی اور اس کے بعد کے تین دن

(۷) ایسا مریض یا ضعیف شخص جو کسی حال میں بھی روزہ نہیں رکھ سکتا اور اس کے پاس اتنا ہے کہ وہ کسی مسکین کو کھانا کھلا سکے تو اس کے لئے روزہ چھوڑنے کی رعایت ہے قضا بھی لازم نہیں ہے۔ اس کو چاہیے کہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلادیا کرے

(۸) روزہ دار کی حالت اگر ایسی بگڑ جائے کہ جان جانے کا خوف ہو تو روزہ توڑا جاسکتا ہے۔ قضا لازم ہے

(۹) طاقتور آدمی اگر سفر میں بھی روزے رکھے بشرطیکہ اسے کوئی تکلیف نہ ہو تو بہتر ہے

(۱۰) روزہ جان بوجھ کر توڑنے پر کفارہ لازم آتا ہے۔ ایک روزہ کا کفارہ یہ ہے کہ متواتر دو ماہ کے روزے رکھے

(۱۱) رمضان کے روزے کے ساتھ کسی نفلی یا قضاء روزے کی نیت نہیں کی جاسکتی۔

(۱۲) اگر ابر کی وجہ سے قبل از وقت روزہ کھول لیا تو قضا لازم ہے

(۱۳) اگر دانت میں گوشت کا ریشہ پھنسا رہ گیا دن میں کسی وقت وہ دانتوں سے نکل کر پیٹ میں چلا گیا، اگر یہ ریشہ چنے جتنا تھا تو روزہ جاتا رہا، قضا لازم ہے لیکن اگر چنے سے کم تھا تو روزہ ہوگیا۔ اس کے برعکس اگر گوشت کا ریشہ خواہ چنے سے کتنا ہی کم کیوں نہ ہو اگر دانتوں سے نکلنے کے بعد قصداً چبایا اور کھالیا تو روزہ ٹوٹ گیا

(۱۴) اگر اچانک مکھی گلے میں چلی جائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۱۵) تھوک قصداً منہ میں اکٹھا کیا پھر نگل لیا تو روزہ مکروہ ہوگیا، اس سے بچنا لازم ہے۔

(۱۶) منہ سے اتنا خون نکلے کہ تھوک کے ساتھ نگل جائے اور اس کا مزہ بھی حلق میں محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر خون بہت ہی معمولی ہو جس کا ذائقہ تک پتہ نہ چلے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۱۷) کفارے کے ۶۰ روزے لگا تار رکھنا ضروری ہے، اگر ایک بھی درمیان سے چھوٹا تو از سر نو رکھنے پڑیں گے۔

عرفانِ شریعت

مفتی الاشرف

جن کو زکوۃ دینا جائز ہے:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی ارشاد فرمادیا ہے کہ کن کن لوگوں کو زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ”زکوٰۃ کا مال فقراء کا حق ہے اور محتاجوں کا اور ان عاملین کا جو زکوٰۃ پر مامور ہوں اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہو اور غلاموں کی آزادی میں، قرض داروں کے قرض ادا کرنے میں، خدا کی راہ میں اور مسافروں کی خبر گیری میں بھی خرچ ہونا چاہیے۔

اس حکم کے مطابق تفصیل یوں ہے:-

۱۔فقراء: فقیر وہ ہیں جس کے پاس کچھ مال تو ہو لیکن ضروریات پوری نہ ہوتی ہوں اور تنگی سے گزر اوقات ہوتی ہو، مگر کسی سے سوال نہ کرتے ہوں۔

۲۔مساکین: جن کی حالت یہ ہو کہ ایک وقت کا کھانا تو ہو لیکن دوسرے وقت کا نہ ہو۔ خرچ آمدنی سے زیادہ ہو۔ مثلاً ایک شخص کی آمدنی اتنی ہے کہ روکھا سوکھا کھا پی لے اور موٹا چھوٹا پہن لے۔ لیکن گھر کے دوسرے اخراجات مثلاً بیماری کا خرچ، بچوں کی تعلیم کا خرچ، مکان کا کرایہ یا مرمت کا خرچ۔ ایسے لوگوں کا شمار بھی مساکین میں ہوتا ہے۔ کسی اچانک حادثے سے کسی شخص کی آمدنی اچانک اتنی محدود ہو جائے کہ گزر بسر مشکل ہو ایسے افراد کا شمار بھی انہی میں ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو بھی مسکین سمجھتے تھے جو کمانے کی طاقت تو رکھتے تھے لیکن باوجود کوشش کے جن کو روزگار نہ ملتا تھا۔

۳۔عاملین: ایسے لوگ جو مالداروں سے زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین تک پہنچاتے ہیں انہیں زکوٰۃ کے مال سے اجرت دینا جائز ہے۔

۴۔مؤلفتہ القلوب: ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو نومسلم ہیں اگر وہ اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرتے ہیں اور مالی پریشانیوں کا شکار ہو جاتے ہیں تو ان کی زکوۃ سے مدد کی جاسکتی ہے تاکہ انہیں یہ احساس نہ ہونے پائے کہ جب ہم مسلمان نہ تھے تو ہماری قوم ہماری مدد کرتی تھی اور اب اسلام قبول کر کے ہم بے یار و مددگار ہوگئے ہیں اس لئے انہیں بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے کہ ان کے دل میں اسلام کے لئے رغبت پیدا ہو۔

۵۔فی الرّقاب: رَقَبَۃٌ کی جمع ہے، اس سے مراد غلام ہیں جن کی آزادی کے لئے زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کیا جاسکتا ہے۔ نیز قیدیوں کا تاوان ادا کر کے انہیں رہا بھی کرایا جاسکتا ہے۔ پہلے زمانے میں غلامی کا رواج تھا۔ آج ایسا نہیں ہے اس لئے جو لوگ

بے قصور جیلوں میں محض اس وجہ سے پڑے ہوئے ہیں کہ جرمانہ ادا نہیں کرسکتے، انہیں زکوٰۃ کے ذریعہ نجات دلائی جاسکتی ہے۔

٦۔الغارمین : اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرض دار ہیں یعنی بال بچوں کی ضروریات پوری کرنے یا کسی اور جائز کام پر خرچ کرنے کے لئے قرضہ لیا ہو اور ادا کرنے کے قابل نہ ہوں تو ایسے لوگوں کا قرضہ زکوٰۃ کے پیسے سے ادا کرنا جائز ہے۔ جو فضول خرچیوں کے لئے قرض لیتے ہیں ایسے لوگوں کو فقہا کے نزدیک زکوٰۃ دینا مکروہ ہے۔

٧۔فی سبیل اللہ : اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے جو لوگ جائیں ان کی ہر قسم کی خدمت نیز اسلحہ وغیرہ غرض اسلامی حکومت کے دفاع کے لئے زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔

٨۔ابن السبیل : ایسے لوگ جو سفر پر ہوں اور ان کے پاس زادِ راہ نہ ہو۔ غریب مسافروں کو تو زکوٰۃ دینا جائز ہے لیکن اگر کسی کے پاس اپنے وطن میں کافی روپیہ ہو لیکن سفر میں اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو تو اسے بھی زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے۔

جن کو زکوٰۃ دینا منع ہے:

١۔بنی ہاشم کی اولاد : سید اور بنی ہاشم کو جن سے حضرت حارث، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی اولاد مراد ہے ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی اولاد کے لئے زکوٰۃ کا مال حرام قرار دیا ہے۔

٢۔صاحبِ نصاب : وہ مالدار شخص جس پر خود زکوٰۃ فرض ہے اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

٣۔مساجد : مسجد بنانا یا مسجد کی دوسری ضروریات میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز نہیں۔

٤۔میّت کا کفن : اس پر بھی زکوٰۃ کا روپیہ لگانا جائز نہیں۔

٥۔مُردے کا قرضہ : مرنے والے کا قرضہ بھی زکوٰۃ کی رقم سے ادا کرنا جائز نہیں۔

٦۔کافر : کسی غیر مسلم کو بھی زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں۔

٧۔اپنی اصل کو : یعنی زکوٰۃ دینے والے کے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی اور ان سے اُوپر کے سب لوگ، ان کو بھی زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

٨۔اپنی فرع کو : یعنی جو زکوٰۃ دینے والے سے پیدا ہوئے مثلاً بیٹا، بیٹی، پوتہ، پوتی، نواسہ، نواسی اور ان سب کی اولاد اور اُن سب کی اولاد کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

٩۔میاں بیوی : میاں اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے میاں کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ ان رشتہ داروں کے علاوہ باقی دوسرے تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا نہ صرف جائز ہے بلکہ قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے سے دگنا ثواب ملتا ہے۔ حتیٰ کے بھائی بہن کو بھی زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ ایسے نازک رشتوں میں زکوٰۃ کا روپیہ کہہ کر دینے کی ضرورت نہیں، دل میں نیت کرلینا کافی ہے تاکہ قریبی رشتہ دار شرمندہ نہ ہوں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مسائل زکوٰۃ:

۱۔ اگر کوئی کافر مسلمان ہوجائے تو اسے زمانۂ کفر کی زکوٰۃ ادا کرنے کو نہیں کہا جاسکتا۔

۲۔ نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

۳۔ نصاب سے کم مال ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

۴۔ اگر کوئی شخص مجنون ہو اور اس کا جنون سال بھر رہا تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

۵۔ مال پر قابض ہونا بھی شرط ہے، وہ مال جو گم ہوگیا ہو یا کسی نے غصب کرلیا ہو تو اس مال پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

۶۔ اگر کوئی شخص نصاب کا مالک تو ہے لیکن اس پر قرض بھی ہو اور اتنا قرض ہو کہ اس کو ادا کرنے کے بعد نصاب کی پوری مقدار نہیں ہوتو زکوٰۃ واجب نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ قرض زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے کا ہو اگر نصاب پر سال گزرنے کے بعد کا قرض ہو تو اس پر زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

۷۔ رہنے کا مکان، سردی گرمی کے کپڑے، خانہ داری کا سامان سواری کے جانور، آلات حرب اور پیشہ وروں کے اوزار، اہل علم کی ضروریات کی کتب اور کھانے کے لئے غلّہ وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

۸۔ سال گزرنے پر زکوٰۃ کا فوراً ادا کرنا واجب ہے بغیر عذر تاخیر کرنے سے گناہگار ہوگا۔

۹۔ زکوٰۃ دیتے وقت یا علیحدہ کرتے وقت ادائے زکوٰۃ کی نیت کرنا ضروری ہے۔

۱۰۔ غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

۱۱۔ افضل یہ ہے کہ اوّل اپنے بھائی بہنوں کو زکوٰۃ دے پھر ان کی اولاد کو، پھر ماموں اور خالہ کو پھر ان کی اولاد کو، پھر دور کے رشتہ داروں کو پھر پڑوسیوں کو، پھر اپنے پیشے والوں کو پھر اپنے گاؤں یا شہر والوں کو بشرطیکہ وہ حق دار ہوں اور سیّد نہ ہوں۔

۱۲۔ سونے چاندی کے زیورات اور برتن وغیرہ پر بقدر نصاب زکوٰۃ واجب ہے۔

۱۳۔ سونے چاندی کے علاوہ دوسرے تمام سامان خواہ کتنے ہی قیمتی کیوں نہ ہوں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اگر وہ تجارت کے لئے ہوں تو واجب ہے۔

۱۴۔ اگر شوہر کے ذمّہ مہر تھا جو کئی برسوں کے بعد ملا تو اس کی زکوٰۃِ سابقہ واجب نہیں بلکہ وصول ہونے کے سال گزر جانے کے بعد واجب ہوگی۔

۱۵۔ زکوٰۃ کی رقم دینے میں یہ اختیار ہے کہ کسی ایک کو دے یا تھوڑی تھوڑی کرکے غریبوں کو دے، نیز چاہے ایک ہے دن میں دے یا وقفوں کے بعد دے۔

۱۶۔ ایک ہی فقیر کو اتنا مالِ زکوٰۃ دینا جتنا دینے سے اس پر زکوٰۃ واجب ہوجائے، مکروہ ہے۔

امیرالمومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

شیخ الحدیث حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ میں پیدا ہوئے آغوش نبوت میں تربیت پائی۔

جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں کعبۃ اللہ شریف کے اندر ۱۳ رجب ۳۰ ہجری عام الفیل بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ حضور ﷺ نے آپ کا نام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکھا آپ کے والد بزرگوار ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف ہیں۔ با اعتبار نسب آپ جناب رسالت مآب ﷺ کے حقیقی چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوتراب اور مشہور لقب حیدر کرار ہے۔ آپ کی تربیت تمام وکمال حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش رحمت میں ہوئی اور جب آنحضرت ﷺ کو خلعت نبوت عطا ہوئی تو اس کے ایک دن بعد آپ شریف ایمان سے فیضیاب ہوئے اس وقت آپ کی عمر گیارہ سال تھی۔

شان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کہ فرمایا

''تمہاری حیثیت میرے ساتھ ایسی ہے جیسے ہارون کی موسیٰ کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں'' (ترمذی)

''علی مجھ سے ہے اور میں (محمد ﷺ) علی سے ہوں'' (ترمذی)

''جس کا میں (محمد ﷺ) مددگار ہوں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کا مددگار ہے'' (احمد)

''میں (محمد ﷺ) حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا دروازہ'' (ترمذی)

''منافق علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت نہیں رکھتا اور مومن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض نہیں رکھ سکتا'' (ترمذی)

''جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے (یعنی محمد ﷺ) گالی دی

''علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے'' (ترمذی)

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی تربیت کا شاہکار ہیں:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاریخ کے مہیب اندھیرے میں حق وصداقت کا چراغ روشن کیا۔ حکمت، علم وفضل اور بلاغت میں اپنی نظیر آپ تھے آپ کی سیرت، سیرت نبوی ﷺ کے گرد گھومتی ہے، آپ نے حق اور صداقت کے لئے جان جیسی عزیز چیز قربان کردی۔ فاتح خیبر، شیر خدا علی مرتضیٰ ہی ہیں۔ آپ تقویٰ وطہارت شجاعت، علم اور حسن اخلاق کا مجسمہ تھے۔ آپ کی زندگی سادگی اور پرہیزگاری کا کامل نمونہ تھی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایثار وقربانی کا نمونہ تھے:

ایک دفعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو شفا عطا فرمادی تو میں تین روزے رکھوں گا۔ نذر قبول ہوئی۔ آپ

WWW.NAFSEISLAM.COM

نے روزہ رکھا اور افطار کے لئے کچھ نہ تھا آپ تھوڑی سی روئی لائے۔ بی بی خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس روئی کو کاتا اور اس کی اجرت سے جو پیسے آئے اس کا آٹا منگا کر روٹیاں پکائیں جب افطار کا وقت آیا تو ایک مسکین نے دروازے پر سوال کیا آپ نے وہ روٹیاں مسکین کو دے دیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانی پر اکتفا کر کے صبح کو روزہ رکھا۔

مسند خلافت پر جلوہ آفروزی:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۲۶ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو آپ مسند خلافت پر جلوہ آفروز ہوئے۔ حضرت عثمان کی شہادت پر مسلمانوں میں فتنہ کا دروازہ کھل چکا تھا۔ چنانچہ آپ کے عہد میں جنگ جمل اور جنگ صفین ہوئیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیشوائے طریقت ہیں:

حضرت علی کرام اللہ وجہہ نجیب الطرفین ہاشمی، نبی کریم ﷺ کے سچے عاشق، سرخیل اولیاء اور خلیفہ چارم ہیں۔ بحر علم وحکمت، مخزن سخاوت، سلطان الشجاع، رہبر اولیاء، مظہر العجائب، امام المشارق والمغارب راز دار شریعت و پیشوائے طریقت ہیں "**انا مدینہ العلم وعلی با بہا**" سے آپ کا علوم نبوت کا مظہر ہونا واضح ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپ ان کے معتمد مشیر ودست و با زور ہے خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہم معاملات میں آپ سے مشورہ لیتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہترین ہمدرد اور محب تھے۔

بستر رسول ﷺ پر سونے کا شرف:

ہجرت کے وقت آپ کو ایک شرف عطا ہوا، جب حضور ﷺ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہجرت کا قصد فرمایا تو جناب علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کے بستر پر چادر اوڑھ کر لیٹ جائیں اور دوسرے دن لوگوں کو وہ امانتیں واپس کر دیں جو "محمد الامین" ﷺ کی تحویل میں تھیں گھر سے باہر ننگی تلواریں چمک رہیں تھیں اور نیزے لہرا رہے تھے کون کہہ سکتا تھا کہ اس رات بستر نبوی ﷺ پر لیٹے لیٹے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدارج و مراتب کی کتنی منزلیں طے کر لیں تھیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی مگر انہوں نے تو راہ خدا میں اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا اور وہ رات کے ایک ایک لمحے میں شہادت عظمیٰ کے مقامِ بلند پر فائز رہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام غزوات میں شریک ہوئے:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوائے غزوۂ تبوک کے تمام غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے ہمرکاب رہے غزوۂ بدر میں ستر مشرکین مارے گئے ان میں سے ۲۱ مشرک آپ کی تیغ سے قتل ہوئے تھے۔ غزوہ احد میں جب حضور ﷺ کو کفار نے اپنے نرغہ میں لے لیا تو اس وقت علی نے آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ کر کفار پہ شدید حملے کیے اور شجاعت کا بے مثال کارنامہ پیش کیا۔

غزوہ خندق میں جب عمرو بن عبدو جو قوت اور بہادری میں ہزار آدمیوں پر بھاری سمجھا جاتا تھا مقابلِ صفِ عسکر اسلام ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار ذوالفقار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اس طرح عمرو بن عبدو کے قتل سے دشمنانِ اسلام کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

فتح خیبر کا شرف بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہوا:

خیبر کا قلعہ قموص جب فتح نہ ہو سکا تو حضور ﷺ نے لشکر اسلام کا علَم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔حضور ﷺ نے لعاب دہن لگایا آشوب چشم جاتا رہا آپ ایک ہی جست میں خندق کو پار کر کے دروازے تک پہنچ گئے۔اسی کے ایک کواڑ کو ڈھال بنا کر لڑے اور قلعہ فتح کر لیا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قوت کو دیکھ کر دنیا حیران رہ گئی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر میں جست لگاؤں تو آسمان تک پہنچ جاؤں۔حضور ﷺ کے لعاب مبارک ہی کی یہ برکت تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت جاڑوں کے موسم میں بھی باریک کپڑے استعمال فرماتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

صحابہ و اہل بیت سے محبت اور ان کا احترام ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے اولیاء اللہ کے لئے فیض و ہدایت کا مرکز علی المرتضیٰ کی ذات ہے۔قطب ابدال اوتاد جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تربیت حاصل کرتے ہیں۔آپ کی امداد و اعانت سے راہ سلوک طے کرتے ہیں۔

جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوالحجہ ۳۵ ھ میں خلیفہ ہوئے۔ ۲۱ رمضان ۴۰ ھ کو شہید ہوئے حضرت امام حسن و حسین کے علاوہ آپ کی دیگر ازدواج سے سولہ فرزند تھے۔بعض نے تصریح کی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کل ۱۹ صاحبزادے اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں ۔ چھ صاحبزادے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات ہی میں انتقال کر گئے باقی تیرہ میں سے چھ یعنی عباس بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوبکر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوالقاسم محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا میں شہید ہوئے دنیا میں اس وقت صرف پانچ صاحبزادوں حسن، حسین، محمد عباس اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ کی نسل چل رہی ہے۔

شہادت:

۱۹ رمضان المبارک ۴۰ ھ جامع مسجد کوفہ میں تھے۔کہ شقی ازلی ملجم خارجی نے اس شمع ہدایت پر جس کی حیات کا ایک ایک لمحہ نوع انسان کے لئے مشعل راہ تھا۔جو تقویٰ، پرہیزگاری، علم و معرفت میں یکتائے روزگار تھا۔زہر آلود خنجر سے زخمی کیا اور علم و فضل کے آفتاب ۲۱ رمضان المبارک کو غروب ہوئے۔

نظریہ پاکستان اور قیام پاکستان
قائد اعظم کی خدمات

محترمہ سیدہ عطیہ اشرف صاحبہ

تاریخ کے صفحات اس امر کے شاہد ہیں کہ دنیا کے مختلف جرنیلوں اور فاتحین نے بہترین فوج اور ساز و سامان کے ساتھ علاقے فتح کیے اور بزور شمشیر کسی قوم کو یا کسی علاقے کو اپنے زیرِ نگیں کر کے حاکم بن گئے۔ مگر یہاں ذکر ایسے جرنیل کا ہے جس کے پاس نہ دولت تھی اور نہ کسی قسم کی فوج اس کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ صرف اِس کے ایمان کی طاقت، قول کی صداقت تھی جس نے اس کو اتنی قوت بخشی کہ اس کے دشمن زیر ہونے پر مجبور ہو گئے۔

یہ وہ وقت تھا جبکہ ہند کے مسلمان سخت مصیبت میں گرفتار تھے ۱۸۵۷ء کی کوشش آزادی کے بعد سے ان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ ہند کے مسلمان قفس میں بند پنچھی کی طرح قید کر دیئے گئے تھے۔ سات سمندر پار سے آئے ہوئے ادنیٰ درجہ کے تاجر آقا بن بیٹھے تھے۔ اور اپنی پست ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانان ہند پر ترقی کے دروازے بند کرتے جا رہے تھے۔ ہندو جو ہمیشہ مسلمانوں کے زیرِ نگیں رہے تھے انگریزوں کی شر پر مسلمانوں پر حاوی ہوتے جا رہے تھے۔ ایسے وقت میں مسلمان سخت پریشان تھے کہ ملاح کہاں سے لائیں جو قوم کے سفینہ کو ساحلِ مراد سے لگا دے۔

جب قوم پر مایوسی کے بادل چھا رہے تھے۔ وہ سخت دل گرفتہ تھے کہ محمد علی جناح مینارۂ نور بن کر سامنے آئے مسرّتوں کے دریچے کھل گئے۔

جب محمد علی جناح بیرسٹری کر کے ہندوستان پہنچے تو اس وقت ہند کی سیاست پر کانگریس چھائی ہوئی تھی جناح کے دل میں قوم کا درد تھا۔ انھوں نے پریکٹس کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی دلچسپی لی اور پھر یہی دلچسپی ان کی زندگی کا اہم مقصد بن گئی۔ وہ پہلے کانگریس کے رکن بنے اور ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوشاں رہے۔ ان کا مقصد یہی تھا کہ ایک وطن میں رہتے ہوئے دونوں قوموں کو آپس میں صلح اور اتحاد رکھنا چاہیے وہ صرف اسی طرح انگریزوں سے اپنا حق حاصل کر سکتے ہیں۔

انھوں نے اپنی ساری کوشش ہندو مسلم اتحاد میں صرف کیں مسلم لیگ اور کانگریس کے مشترکہ اجلاس ہوتے رہے دسمبر ۱۹۱۶ء کا میثاق لکھنو قائد کی ولولہ انگیز سیاسی بصیرت اور کوششوں کا ثمرہ تھا جس کی مثال تاریخ سے ملنی مشکل ہے اسی بنا پر آپ کو ''ہندو مسلم اتحاد کا سفیر'' کا خطاب دیا گیا۔ مگر جب انہوں نے کانگریس کو مسلمانوں کے عقائد کے خلاف جاتے دیکھا اور اپنی کاوش ہائے گراں کو ضائع ہوتے دیکھا تو

WWW.NAFSEISLAM.COM

بددل ہوکر انگلستان واپس چلے گئے مگر وہاں بھی اطمینان سے نہ بیٹھ سکے۔ پھر وطن واپس آکر مسلم لیگ کی قیادت کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھالیا۔اور مسلم لیگ کے تن مردہ میں جان ڈالی اوراس کو نئے سرے سے منظّم وفعال بنادیا یہ قائداعظم ہی تھے جوحق وصداقت کے ساتھ میدان میں اُترے اور سیاسی جولانیوں کا شاندار مظاہرہ کیا نہایت کھلے الفاظ میں نہایت بے باکی اور حوصلہ مندی سے کانگریس کی قیادت کی پُر فریب چالوں اور مسلمانانِ ہند کے خلاف اس کے کردار کو طشت ازبام کیا اور نہایت وضاحت کے ساتھ کانگریس کے لیڈروں کو یہ بات بتادی کہ مسلمان برصغیر پر کب تک رہیں گے کانگریس کی غلامی منظور نہ کریں گے اور ایک قوم ہونے کے ناطے سے اپنا حق حاصل کرکے رہیں گے۔قائد نے اپنے مختلف بیانات وتقاریر کے ذریعے کانگریس کے سامنے مسلمانانِ برصغیر کے نقطۂ نظر کو بھی بھرپور طریقے سے واضح کردیا تاکہ کانگریس کو اس امر کا احساس ہوجائے کہ ہندوستان کے مسلمان کیا چاہتے ہیں اوران کا نصب العین کیا ہے اوراس نصب العین کے بعد ازانتخاب انہیں کوئی بھی اپنی غلامی پر مجبور نہیں کرسکتا چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے دسمبر ۱۹۴۵ میں تقریر میں فرمایا:

’’مسلم لیگ اس بات کی دعویدار ہے کہ ہندوستان کے ان علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی تعداد اکثریت میں ہے ایسی مملکت قائم کرے جہاں مسلمان اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کرسکتیں ہوں۔‘‘

لیکن متعصب اور تنگ نظر ہندو اس بات کو ماننے کیلئے تیار نہ تھے کہ مسلمان بھی بحیثیت علٰیحدہ قوم کچھ حیثیت رکھتی ہے۔ وہ جداگانہ انتخاب کے سخت خلاف تھے۔ جب قائد نے مارچ ۱۹۲۷ء میں دلّی کے سالانہ اجلاس میں کچھ تجاویز پاس کیں تو ہندو ذہنیت اس کو بھی قبول نہ کرسکی۔

دوسری طرف انگریز کہتا تھا کہ ہندو مسلم دونوں میں سے کوئی بھی برصغیر کے مسائل حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اسی لئے سائمن کمشن میں ان کو رکنیت نہیں دی گئی۔قائد نے اسی نکتہ پر اعتراض کرتے ہوئے اس کا مکمل بائیکاٹ کیا اور ایک مثال قائم کردی۔

یہ قائد ہی تھے جن کی غیر موجودگی سے نہرو نے فائدہ اٹھایا اور ایک رپورٹ مرتب کی جس میں مسلمانوں کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا تھا۔یعنی ان کے لئے جداگانہ انتخاب اور نشستوں کے تحفظ کا مسئلہ قطعی مسترد کردیا تھا۔ان افسوس ناک حالات میں قائد پھر آگے بڑھے اور مسلمانوں کو نئے سرے سے منظّم کرتے ہوئے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کیا اور اپنی طویل تجاویز پیش کی جو چودہ نکات کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ نکات ہماری تاریخ میں بہت اہمیت کے حامل ہیں اور قائداعظم کے نظریہ پاکستان اور تشکیل کی بنیاد ڈالتے ہیں اوران میں دو چیزیں نہایت وضاحت سے سامنے آتی ہیں اوّل یہ کہ قائد نے کبھی سیاسی مصلحت کی خاطر اپنے اصولوں سے انحراف نہ کیا۔ دِلّی تجاویز کی شدید مخالفت کے با

WWW.NAFSEISLAM.COM

وجود اپنے چودہ نکات میں ان کو شامل کیا۔ دوسری چیز جو منظر عام پر آتی ہے۔ وہ یہ کہ قائد نے اُن نکات کے ذریعے بڑی وضاحت سے مسلمانوں کو جُدا گانہ تصور پیش کیا اور بتایا کہ ہندوستان کی زمین پر مسلمانوں کو کبھی دبایا نہیں جا سکتا وہ اپنا حق حاصل کر کے رہیں گے۔ یہ قائد اعظم ہی تھے جنھوں نے انگریزوں کو باور کرنے پر مجبور کردیا کہ ہندوستان میں انگریزوں اور ہندوؤں کے علاوہ ایک تیسری قوم بھی ہے اور وہ ہے مسلمان۔ قائد اعظم کی یہی حقیقت پسندی نظریہ پاکستان کا اساس بنی۔

چنانچہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان منظور کی گئی جس میں واضح طور پر مطالبہ کیا گیا تھا کہ جن صوبوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں انہیں حق حاصل ہونا چاہیے کہ اپنی الگ حکومت قائم کرسکیں۔ اس قرارداد کے منظور ہوتے ہی مسلمانوں کو تو ایک واضح منزل کے نشان مل گئے مگر ہندوؤں کو مسلمانوں کا منزل پانا آنکھوں میں کھٹکنے لگا اور انہوں نے مسلمانوں کو اپنے لیڈر سے بدظن کرنے کی کوشش کی مگر منہ کی کھائی قائد اعظم کا کہنا تھا مسلم لیگ کا پیغام لوگوں کے دلوں میں اتر چکا ہے اور اب دنیا کی کوئی طاقت مسلمانوں کو ان کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی۔

مسلمانوں نے اپنے میر کاروں کے سہارے آزادی کی طرف سفر شروع کیا قدم قدم پر انگریزوں کے مخالفت کے کانٹے اور ہندوؤں کی سیاسی چالاکیوں کی فریب کاریوں سے سابقہ پڑا۔ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک انگریزوں اور ہندوؤں نے مل کر مسلم لیگ کو کمزور کرنا چاہا مگر قائد اعظم کی سیاسی بصیرت نے گاندھی کی سودے بازی کو سمجھ لیا اور بقول جناب مطلوب الحسن سید "اپنی سیاسی دور اندیشی سے انگریزوں کو اس دوراہے پر لاکر کھڑا کیا کہ وہ انصاف کرنے پر مجبور ہو گئے۔

وہ قائد اعظم ہی تھے جنہوں نے ایک وفد کے ساتھ لندن کانفرنس میں شرکت کی اپنے خیالات بڑی قابلیت سے پیش کر کے کانفرنس میں شریک لوگوں کو یقین دلایا کہ مسلمان ایک علیحدہ ملک لیے بغیر نہ رہیں گے۔ کانگریس کی ہٹ دھرمی پاکستان کے قیام کی مخالفت انگریزوں سے گٹھ جوڑ کی کوششیں آخر وقت تک جاری رہیں۔ مگر قائد کی اولعزمی کے آگے وہ ہوا کے جھونکے ثابت ہوئے اور انگریزوں کو ہندوستان کی تقسیم کا اعلان کرنا پڑا۔

اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کس طرح ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کا سورج مسلمانو کے لئے نوید آزادی لے کر طلوع ہوا۔ غلامی کی زنجیریں کٹ گئیں اور قوم کو اپنے قائد کی رہنمائی میں ایک الگ وطن مل گیا۔

یہ قائد اعظم کا ایسا کارنامہ ہے جس کو حشر تک آنے والی نسلیں یاد رکھیں گی۔ قائد اعظم کا احسان رہتی دنیا تک رہے گا۔

پاکستان زندہ باد

قائد اعظم زندہ باد

WWW.NAFSEISLAM.COM

تحویلِ قبلہ اور مسجدِ قبلتین

حضرت علامہ قاضی عبدالدائم دائم مدظلہ العالی

قَدْنَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

قرآن کریم، سورہ ۲، آیت ۱۴۴

(ہم دیکھ رہے ہیں (اے حبیب) تمہارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا، اسلئے ہم تمہیں پھیر دیتے ہیں اس قبلے کی جانب جو تمہیں پسند ہے، تو اب اپنا منہ مسجد حرام کی طرف موڑ لو۔)

جانِ دو عالم ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہاں اہل اسلام کے علاوہ تین قسم کے لوگ آباد تھے۔ یہودی، عیسائی اور مشرکین۔ عبادت کے وقت مشرکین کعبہ کی طرف منہ کیا کرتے تھے اور عیسائی و یہودی بیت المقدس کی طرف۔ جانِ دو عالم ﷺ چونکہ مشرکین کی بانسبت عیسائیوں اور یہودیوں کو ترجیح دیا کرتے تھے، کیونکہ وہ بہر حال اہل کتاب تھے اور انبیاء سے ایک گونہ نسبت رکھتے تھے۔ اس بنا پر ابتداء میں آپ نے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا اور مسجد نبوی کی پہلی تعمیر اسی رخ پر کی گئی۔ یہ مصلحت بھی ملحوظ خاطر رہی ہوگی کہ اس طرح اہل کتاب کی تالیفِ قلب ہوگی اور وہ اسلام کی طرف راغب ہونگے۔ مگر اب آپ کا دل چاہتا تھا کہ کعبہ کو قبلہ قرار دیا جائے، کیونکہ مستقل طور پر اہل اسلام کا مرکزِ عقیدت اور مسجود الیہ اللہ کا وہی گھر بن سکتا تھا جسے آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا لیکن اگر آپ از خود کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیتے تو منافقین کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ رسول اللہ ﷺ ابھی تک کوئی قبلہ ہی نہیں طے کر پائے ہیں۔ کبھی ایک طرف رخ کرنے کا حکم دیتے ہیں، کبھی دوسری طرف منافقین کی اس ممکنہ یاوہ گوئی سے بچنے کے لئے آپ چاہتے تھے کہ اس سلسلے میں باقاعدہ وحی نازل ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کعبہ کو ابدالآباد تک قبلہ قرار دے دیا جائے۔ وحی کے انتظار میں آپ بار بار اپنا روئے انور آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھتے تھے کہ شاید حضرت جبرائیل علیہ السلام تحویل قبلہ کا حکم لے کر نازل ہو رہے ہوں۔ آخر آپ کی دلی تمنا بر آئی اور یہ جانفزا وحی نازل ہوئی۔

﴿قَدْنَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾

قرآن کریم، سورہ ۲، آیت ۱۴۴

(ہم دیکھ رہے ہیں (اے حبیب) تمہارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا، اسلئے ہم تمہیں پھیر دیتے ہیں اس قبلے کی جانب جو تمہیں پسند ہے، تو اب اپنا منہ مسجد حرام کی طرف موڑ لو۔)

اس کے بعد ہمیشہ کے لئے کعبہ معظمہ قبلہ بن گیا۔

قارئین کرام! قَدْنَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ ---الآیۃ میں پیار و محبت کی جو دنیا آباد ہے اس کی صحیح ترجمانی کے لئے الفاظ نہیں ملتے یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اے میرے محبوب! میرے لئے

تو دونوں سمتیں برابر ہیں کعبہ ہو کہ بیت المقدس مگر تمہیں چونکہ کعبہ پسند ہے اور مجھے تمہاری خوشنودی و رضا مطلوب ہے، اس لئے صرف تیری رضا کی خاطر میں نے قبلہ تبدیل کر دیا ہے۔"

واضح رہے کہ اس آیت کا ابتدائی حصہ۔ قَدۡ نَرٰی سے 'تَرۡضٰهَا' تک محض رضائے مصطفیٰ کی اہمیت اجاگر کرنے کے لئے نازل ہوا ہے۔ ورنہ تحویل قبلہ کے حکم کے لئے تو آیت کا آخری حصہ کافی تھا یعنی ﴿فَوَلِّ وَجۡهَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ۝﴾

رہی یہ بات کہ تحویلِ قبلہ کا حکم کس مسجد میں نازل ہوا تھا۔ مسجد بنی سلمہ میں یا مسجد نبوی میں؟ وحی کا نزول کس حال میں ہوا تھا۔ نماز کے دوران یا نماز سے پہلے؟ حکم تحویل کے بعد جو پہلی نماز پڑھی گئی وہ کون سی تھی۔ ظہر کی یا کسی اور وقت کی؟ تو اس سلسلے میں روایت کے اندر خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اردو زبان کے بیشتر سیرت نگاروں نے اس روایت پر انحصار کیا ہے۔ جس کو ابن سعد نے اقدی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

واقدی نے تو اس کو مختصراً بیان کیا تھا مگر کچھ اور راویوں نے اس میں مزید تفصیلات کا اضافہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے یہ واقعہ بہت دلچسپ اور مزیدار ہو گیا ہے۔

واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز جانِ دو عالم ﷺ حضرت بشر بن البراء بن معرور کی والدہ سے ملاقات کے لئے ان کے گھر محلہ بنی سلمہ میں تشریف لے گئے تو بشر رضی اللہ عنہ کی والدہ نے دوپہر کے کھانے کا اہتمام کر دیا۔ اسی اثناء میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا، چنانچہ جانِ دو عالم ﷺ نے قبیلہ بنی سلمہ کی مسجد میں حسب معمول بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھانی شروع کی۔ جب دو رکعتیں پڑھا چکے تو جبرائیل امین حاضر ہوئے اور اشارہ کیا کہ اپنا رخ کعبہ شریف کی طرف پھیر کر بقیہ نماز مکمل کریں۔ حکم الٰہی ملتے ہی آپ نے نماز کی حالت میں اپنا رخ کعبہ کی طرف پھیر لیا اور آپ کی اقتداء میں تمام نمازیوں نے بھی بلا تامل اپنے منہ بیت المقدس سے پھیر کر کعبہ شریف کی طرف کر لئے۔ چونکہ مدینہ طیبہ سے بیت المقدس شمال کی جانب ہے اور کعبہ شریف اس کے بالمقابل جنوب کی طرف ہے، اس لئے اس کی تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیچھے جہاں مستورات نماز ادا کر رہی تھیں، وہاں مرد آ کر کھڑے ہو گئے اور ان کی جگہ مستورات آ کر کھڑی ہو گئیں۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا فَوَلِّ وَجۡهَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ط﴾

قرآن کریم، سورہ ۲، آیت ۱۴۴۔

(ہم دیکھ رہے ہیں (اے حبیب) تمہارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا، اسلئے ہم تمہیں پھیر دیتے ہیں اس قبلے کی جانب جو تمہیں پسند ہے، تو اب اپنا منہ مسجد حرام کی طرف موڑ لو۔)

اس لئے یہ مسجدِ قبلتین کے نام سے مشہور ہوئی۔

[طبقات ابن سعد، ج ۱، قسم ثانی، ص ۳، ۴ اور سیرت حلبیہ، ج ۲، ص ۱۳۷، سے ماخوذ]

اس روایت سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ واقعہ مسجد بنی سلمہ میں پیش آیا تھا، دوسری یہ کہ وحی کا نزول نماز کے دوران ہوا تھا اور تیسری یہ کہ وہ نماز ظہر کی تھی۔ لیکن صحیح بخاری میں حضرت براء ابن عازب سے اس سلسلے میں جو چار روایتیں منقول ہیں،

(۱)۔۔۔ج ۱، کتاب الایمان، باب الصلوٰۃ من الایمان، ص ۱۰

(۲)۔۔۔ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التوجہ تحویل القبلہ، ص ۵۷

(۳)۔۔۔ج ۲، کتاب التفسیر، باب ولکل وجهة، ص ۶۴۵

(۴)۔۔۔ج ۲، کتاب الاخبار حاد، باب ماجاء فی اجازۃ خبر

الواحد،ص۱۰۷

ان روایت میں نہ تو بتایا گیا ہے کہ یہ واقعہ کس مسجد میں پیش آیا تھا۔ نہ اس کی کوئی صراحت ہے کہ وحی کا نزول کس حالت میں ہوا تھا۔ البتہ ص ۱۰ والی روایت کے مطابق حکم تحویل نازل ہونے کے بعد جو پہلی نماز پڑھی گئی تھی وہ ظہر کی نہیں، بلکہ عصر کی تھی **وَاَوَّلُ صلاۃ صَلَّاھَا صَلوٰۃُ الْعَصْر**۔

اس تعارض کو بعض محدثین نے اس طرح دور کیا ہے کہ ''وَاَوَّلُ صَلوٰۃ'' میں صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ کاملہ ہے، یعنی پوری نماز۔ مطلب یہ ہے کہ وحی کا نزول تو نماز ظہر ہی کے دوران ہوا تھا۔ جیسا کہ ابن سعد کی روایت میں ہے مگر وہ نماز چونکہ آدھی بیت المقدس کی طرف اور آدھی کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی گئی تھی اس لئے حکم تحویل کے بعد پہلی پوری نماز جو کعبہ کی سمت ادا کی گئی، وہ عصر کی تھی۔ یہ ایک اچھی توجیہ ہے۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ تحویل قبلہ کی وحی نماز ظہر کے دوران نازل ہوئی تھی، حالانکہ یہ بات صحیح روایت کے خلاف ہے۔ علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں سنن نسائی کے حوالے سے یہ روایت لائے ہیں:

حضرت ابوسعید بن المعلی بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہر روز مسجد (نبوی) میں جایا کرتے تھے اور وہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن حسب معمول ہم مسجد کے پاس سے گزرتے ہوئے اندر گئے تو ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں۔ میں نے کہا کہ آج ضرور کوئی اہم واقعہ پیش آیا ہے۔ جب ہم وہاں بیٹھ گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ** :الآیۃ تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا۔ ''آؤ ہم دو رکعت پڑھ لیں اس سے پہلے کہ رسول اللہ ﷺ منبر سے اتریں۔ اس طرح ہم وہ پہلے انسان ہونگے جنہوں نے (اس آیت کے نزول کے بعد) کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔''

چنانچہ ہم نے اوٹ میں ہو کر دو رکعت پڑھ لیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور لوگوں کو نماز ظہر پڑھائی۔ [تفسیر ابن کثیر، ج ۱،ص ۱۹۳، السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالی، قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ، ج ۱۰،ص ۱۷]

سبحان اللہ! حکم الٰہی بلا تاخیر تعمیل کرنے میں سبقت لے جانے کی کیسی دلچسپ اور معصومانہ خواہش تھی ان دونوں دوستوں کی، جسے انہوں نے فوراً پورا بھی کرلیا **رضی اللہ تعالیٰ عنہما**

سنن نسائی کی اس روایت اور ابن سعد والی روایت میں صرف ایک چیز مشترک ہے کہ دونوں میں نماز ظہر کا ذکر ہے، اس کے علاوہ تمام چیزیں مختلف ہیں، کیونکہ اس روایت کے مطابق یہ واقعہ مسجد نبوی کا ہے نہ کہ مسجد بنی سلمہ کا کیونکہ منبر صرف مسجد نبوی میں تھا۔ اس میں یہ بھی واضح طور پر مذکور ہے کہ وحی کا نزول نماز کے دوران نہیں ہوا تھا بلکہ اس سے خاصا پہلے ہو چکا تھا۔ اس کے بعد آپ نے باقاعدہ منبر پر بیٹھ کر یہ آیات حاضرین کو سنائیں پھر اتنی دیر تک منبر پر جلوہ افروز رہے کہ ابوسعید اور ان کا دوست دو رکعتیں پڑھ کر فارغ ہو گئے۔ تب آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی۔

یہ صورت حال عقل و نقل کے عین مطابق ہے کیونکہ تحویلِ قبلہ کے حکم کا جانِ دوعالم ﷺ کئی دن سے انتظار فرما رہے تھے اور بار بار اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا رہے تھے۔ یوں بھی اس ایک موقع کے علاوہ میرے علم میں کوئی ایسی وحی نہیں ہے جو عین حالتِ نماز میں اُتری ہو۔ اور ایسا ہونا ہے بھی خاصا بعید از مکان کیونکہ نزولِ وحی

کے وقت آپ پر جو کیفیت طاری ہوتی تھی وہ عمومی حالت سے یکسر مختلف ہوتی تھی جس کی وجہ سے پاس بیٹھنے والے فوراً محسوس کرلیتے تھے کہ اس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔اس دوران دنیاوی اور مادی عالم سے ایک گونہ منقطع ہوجاتے تھے اور عالمِ قدس کے ساتھ ہمہ تن مربوط ہوجاتے تھے۔ظاہر ہے نماز با جماعت کے اندر ایسی کیفیت کا طاری ہوجانا بعید از فہم ہے۔اگر ایسا کبھی ہوا ہوتا تو صحابہ کرام ضرور بیان کرتے کہ فلاں وقت اور فلاں مقام پر عین نماز کے اندر آپ پر وحی کا نزول شروع ہوگیا تھا اور نماز کے بعد آپ نے بیان فرمایا تھا کہ دورانِ نماز مجھ پر یہ وحی نازل ہوئی ہے۔اہل علم جانتے ہیں کہ ایسا کوئی واقعہ منقول نہیں ہے،تو پھر صرف تحویل قبلہ کے لئے یہ تخصیص کیوں---؟

اگر نماز کے اندر وحی کا نزول تسلیم بھی کرلیا جائے تو اگلا مرحلہ اس سے زیادہ ناقابل فہم ہے۔کیونکہ مدینہ منورہ سے بیت المقدس شمال کی جانب ہے اور کعبہ جنوب کی طرف۔اب ذرا تصور کیجئے کہ جانِ دو عالم ﷺ شمال کی طرف منہ کئے نماز پڑھا رہے ہیں اور آپ کے پیچھے چار پانچ صفیں مردوں کی اور تین چار صفیں عورتوں کی ہیں دستور کے مطابق ایک دو صفیں بچوں کی بھی ہوں گی۔اب اس حالت میں اگر تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوجائے تو کیا ہوگا؟

قارئینِ کرام!

اس کے بعد میں جو کچھ لکھنے جارہا ہوں وہ محض عقلی احتمالات اور امکانی تصورات ہیں اور مجھے اس بات سے بہت ڈر لگتا ہے کہ جانِ دو عالم ﷺ کی طرف کوئی ایسا احتمال منسوب ہوجائے جو آپ کی شایانِ شان نہ ہو،اس لئے ادباً اور احتراماً آپ کا ذکر فی الحال موقوف کرتے ہوئے فرض کرلیجئے کہ کوئی اور امام مردوں،عورتوں اور بچوں کی آٹھ دس صفوں کو نماز پڑھا رہا ہو اور سب کو نماز کے اندر شمال سے جنوب کی طرف منہ کرنا پڑ جائے تو وہ کیا کریں گے؟

کیا امام اور مقتدی اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے رہتے ہوئے جنوب کی طرف منہ کرلیں گے یا کوئی اور طریقہ اختیار کریں گے۔پہلی صورت تو ممکن نہیں ہے کیونکہ اس طرح امام پیچھے ہوجائے گا اور مقتدی آگے۔یقیناً یہ ایک الٹی اور انوکھی امامت ہوگی

بصورت دیگر امام کو شمال سے جنوب کی سمت جانا پڑے گا،تو کیا وہ صفوں کے درمیان سے چیرتا ہوا دوسری طرف جائیگا یا پہلی صف کے آگے سے گھوم کر صفوں کے کنارے کنارے چلتا ہوا عورتوں کی آخری صف سے بھی پیچھے جا کھڑا ہوگا۔بہر حال امام تو جو طریقہ مناسب سمجھے گا اختیار کرلے گا مگر ایسی حالت میں مقتدیوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ امام یہ سارے کام نماز کے اندر کر رہا ہے خصوصاً اس صورت میں،جب ان کو معلوم ہی نہ ہو کہ امام کدھر جانا چاہتا ہے اور کیوں جانا چاہتا ہے---!

وہ تو یہی سمجھیں گے کہ امام نے کسی وجہ سے نماز توڑ دی ہے اور اب کسی نہ کسی طرح مسجد سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وہ بھی اپنی اقتداء ختم کرکے اور نماز توڑ کر حیرت سے امام کی حرکات وسکنات کو دیکھنے لگیں گے۔اگر بالفرض مقتدی کسی ناقابلِ یقین طریقے سے آخر تک اقتداء برقرار رکھنے پر کامیاب ہوجائیں تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ مرد عورتوں کی جگہ جائیں اور عورتیں مردوں کی جگہ درمیان میں بچوں کو کہیں نہ کہیں ایڈجسٹ کرنا پڑے گا---اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ ساری ہلچل اور چلت پھرت نماز کے اندر ہو رہی ہوگی۔

الغرض یہ تمام امکانی احتمالات مضحکہ خیز ہیں اور اس قابل نہیں کہ

جانِ دوعالم ﷺ اور صحابہ کرام کی طرف ان کا تصور کیا جائے۔اس لئے ہمارے خیال میں صحیح منظر وہی ہے جو نسائی کی روایت میں بیان کیا گیا ہے۔اس کے مطابق وحی کا نزول نماز سے کافی پہلے ہو چکا ہوگا۔اس کے بعد جانِ دوعالم ﷺ نے منبر پر جلوہ افروز ہوکر ان آیات کی تلاوت فرمائی ہوگی اور لوگوں کو اس اہم حکم کی توضیح وتفصیل بتائی ہوگی، پھر معمولِ سابق کے برعکس بالکل مخالف سمت میں نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے ہوں گے اور آپ کے پیچھے نہایت سکون واطمینان سے پہلے مردوں، پھر بچوں اور آخر میں عورتوں نے صفیں بنا کر ظہر کی نماز ادا کی ہوگی۔

عقلی وجوہ کے علاوہ محدثانہ نقطۂ نظر سے بھی نسائی کی روایت ہی قابلِ ترجیح ہے کیونکہ حافظ ابوعبدالرحمان احمد ابن شعیب النسائی عظیم الشان محدث ومحقق ہیں اور ان کی سنن کبریٰ کی تلخیص جو سنن النسائی کے نام سے معروف ہے، صحاح ستہ یعنی حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں شامل ہے۔جب کے محمد ابن سعد نہ خود امام نسائی کے ہم مرتبہ ہیں، نہ ان کی کتاب طبقات کبریٰ کی وہ حیثیت ہیں جو سنن النسائی کی ہے۔پھر ابن سعد نے بشر کی والدہ والا واقعہ ''یُقَالُ'' (کہا جاتا ہے) کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ صیغہ مجہول سے بیان کردہ تعلیقات مردود ہوتی ہیں۔

علاوہ ازیں طبقات ابن سعد ہی میں ایک اور بے سند تعلیق پائی جاتی ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جانِ دوعالم ﷺ کی اپنی مسجد یعنی مسجد نبوی کا ہے۔ ویُقَالُ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ رَکْعَتَیْنِ مِنَ الظُّھْرِ فِیْ مَسْجِدِہٖ بِالْمُسْلِمِیْنَ---الخ

(اور کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مسجد میں لوگوں کو ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں---الخ)

ایسی متضاد اور متعارض تعلیقات پر بھلا کس طرح اعتبار کیا جاسکتا ہے۔اس لئے ہمارے خیال میں صحیح بات وہی ہے اور اتنی ہی ہے جتنی نسائی کی روایت میں مزکور ہے۔اس کے علاوہ جانِ دوعالم ﷺ کا حضرت بشر کی والدہ سے ملاقات کے لئے جانا اور مسجد بنی سلمہ میں نماز پڑھنا اور عین نماز کے اندر وحی کا اترنا اور جانِ دوعالم ﷺ کا چل کر دوسری طرف جانا اور مردوں کا عورتوں کی جگہ اور عورتوں کا مردوں کی جگہ منتقل ہونا، چند عجوبہ پسند راویوں کا تیار کردہ فسانہ عجائب ہے جو نہ عقلاً درست ہے، نہ ہی نقلاً قابلِ قبول ہے۔

قارئینِ کرام!

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بھی بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ بخاری کی صلوۃ العصر والی روایت کی جو توجیہ بعض محدثین نے بیان کی ہے، وہ درست نہیں ہے کیونکہ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ اس سے پہلے جو ظہر کی نماز پڑھی گئی تھی۔وہ آدھی بیت المقدس اور آدھی کعبہ کی طرف منہ کرکے پڑھی گئی تھی۔حالانکہ ایسا کوئی واقعہ سرے سے پیش نہیں آیا تھا؛ بلکہ حکمِ تحویلِ نماز سے پہلے نازل ہوچکا تھا اور وہ نماز پوری کی پوری کعبہ کی جانب رخ کرکے ادا کی گئی تھی۔لہذا اس صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ صلوۃالعصر میں ''عصر'' کا لفظ کسی راوی کی بھول چوک ہے اور صحیح صلوۃ الظھر ہے۔یعنی حکمِ تحویل کے بعد سب سے پہلی نماز جو آپ نے ادا فرمائی، وہ ظہر کی تھی۔لیکن اس میں یہ الجھن ہے کہ صلوۃ العصر میں امام بخاری منفرد نہیں ہیں، بلکہ ترمذی کی روایت میں بھی صلوۃ العصر ہی مزکور ہے ترمذی، ج۲، تفسیر سورۃ البقرہ، ص ۱۲۲

اگر کثرتِ روایت کی بنا پر صلوۃ العصر کو ترجیح دی جائے تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ سنن نسائی میں جو نماز ظہر کا ذکر ہے، وہ کسی راوی کا اشتباہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

یا تساہل ہے اور منبر سے اتر کر جانِ دو عالم ﷺ نے جو نماز پڑھائی تھی، وہ درحقیقت ظہر کی نہیں بلکہ عصر کی تھی۔

بہر حال نماز ظہر کی ہو یا عصر کی، حکمِ تحویل اس سے پہلے نازل ہو چکا تھا اور وہ پوری نماز کعبہ کے رخ پر پڑھی گئی تھی۔ اس کے بعد ایک عجیب ایمان افروز واقع پیش آیا جو بخاری کی اسی ص ۱۰ والی روایت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا چکے تو جن لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز عصر پڑھی تھی، ان میں سے ایک آدمی باہر نکلا اور ایک مسجد والوں کے پاس سے گزرا جو (بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے) حالت رکوع میں تھے یہ دیکھ کر اس آدمی نے باآواز بلند کہا۔۔ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے (ابھی ابھی) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔'' یہ سن کر وہ جس حالت میں تھے، اسی میں گھوم کر روبکعبہ ہو گئے۔ اللہ و اکبر! کس مخدوم و مطاع کو ایسے اطاعت و اتباع کرنے والے پیروکار نصیب ہوئے ہونگے کہ رکوع سے فارغ ہونے کا بھی انتظار نہیں کیا اور جوں ہی کانوں میں یہ آواز پڑی کہ جانِ دو عالم ﷺ نے مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھائی ہے، اسی وقت حالتِ رکوع میں ہی کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْن.

واضح رہے کہ یہ چھوٹی سی مسجد تھی اور زیادہ تر لوگ چونکہ مسجد نبوی میں نماز پڑھتے تھے اس لئے اس مسجد میں گنے چنے چند نمازی ہونگے۔ اتنی مختصر سی جماعت کے مخالف سمت میں منہ پھیر لینے سے وہ الجھنیں پیدا نہیں ہوتیں جو مردوں، بچوں اور عورتوں کی کثیر تعداد کے رخ بدلنے سے پیش آتی ہے۔

بہر حال یہ لوگ بھی نماز تو عصر کی ہی پڑھ رہے تھے، جیسا کہ بخاری کی دیگر روایات میں صاف مزکور ہے۔ البتہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ مسجد کون سی تھی۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں

ھُوَ مَسْجِدُ بَنِیْ سَلْمَۃَ، وَیُعْرَفُ بِمَسْجِدِ الْقِبْلَتَ

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۸۶)

وہ مسجد بنی سلمہ تھی جو مسجدِ قبلتین کے نام سے مشہور ہے اس سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ تحویلِ قبلہ کا حکم مسجد بنی سلمہ میں نماز ظہر کے دوران ہرگز نازل نہیں ہوا تھا۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو وہ لوگ عصر کی نماز لازماً کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھتے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تحویلِ قبلہ کا حکم ظہر کی نماز کے دوران بنی سلمہ ہی کی مسجد میں نازل ہوا اور آدھی نماز ظہر کعبے کے رخ پر پڑھی بھی جا چکی ہو مگر عصر کے وقت بنی سلمہ پھر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیں۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مسجدِ قبلتین کا یہ نام اس لئے نہیں پڑا کہ اس میں جانِ دو عالم ﷺ نے ایک ہی نماز دو قبلوں کی طرف منہ کر کے پڑھی تھی، بلکہ خود بنی سلمہ نے یہ سن کر کہ جانِ دو عالم ﷺ نے مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے نماز کے دوران ہی اپنا رخ کعبے کی طرف کر لیا تھا۔ اگرچہ ایسے واقعات چند اور مسجدوں میں بھی پیش آئے تھے مگر سب سے پہلا واقعہ چونکہ اسی مسجد میں ظہور پذیر ہوا تھا اس لئے اس کا نام مسجد قبلتین پڑ گیا۔

ھذا ماتبین لی والحمد للّٰہ رب العلمین.

۲۷ رمضان المبارک یومِ
تخلیقِ پاکستان ہے

رمضان المبارک

مسلمان اپنا ذاتی محاسبہ کرے
حکومت اپنے فرائض پورے کرے

از: جناب محمد سعید صاحب

رمضان کا مہینہ نیکیوں کو موسمِ بہار ہے۔ یہ مہینہ رحمتوں اور برکتوں کے نزول مغفرتوں کے حصول اور جہنم سے آزادی حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔ یہ وہی مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا، اس مہینہ کی آمد کے لئے گیارہ ماہ تک جنت کو سجایا جاتا ہے اس کے شروع ہوتے ہی جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور پورے مہینہ بند رہتے ہیں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پورے مہینہ کھلے رہتے ہیں، بڑے بڑے سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں اور پورا مہینہ قید رہتے ہیں۔ اس ماہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں سے ایک رات لیلۃ القدر ہے جس میں عبادت کرنے سے ایک ہزار مہینے کی عبادت سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے اور اسی رات میں قرآن بھی نازل ہوا اس ماہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا بہت ہی ثواب کا باعث ہے۔ اس مہینہ کی خصوصی عبادت روزہ ہے جس کا مقصد تزکیہ نفس یعنی اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرنا اور تقویٰ حاصل کرنا ہے یعنی گناہوں سے بچنا اور نیکیوں کی طرف رغبت کرنا ہے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ روزہ ڈھال ہے یعنی گناہوں سے روکتا ہے روزہ انسان کو صبر، نظم و ضبط ہمدردی اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کی دعوت دیتا ہے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے اور جس نے رمضان میں نماز تراویح، ایمان اور احتساب کے ساتھ شب بیداری کی اللہ تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

اس ماہ کا تقدس اور احترام کرنا تمام مسلمانوں کا انفرادی اور اجتماعی فریضہ ہے، پاکستان کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس ماہ کی آمد سے فائدہ اٹھائیں دن میں روزے رکھ کر رات میں تراویح ادا کر کے آخری طاق راتوں میں جاگ کر اعتکاف کر کے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمائیں، ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کر کے غریبوں، یتیموں، بیواؤں، ناداروں کی مدد و اعانت کر کے آخرت میں کامیابی حاصل کریں یہ مہینہ خاص طور پر پاکستان کے مسلمانوں کے لئے اس لحاظ سے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ ستائیسویں رمضان کو پاکستان وجود میں آیا یعنی جس رات میں اللہ نے ہمیں قرآن مجید دیا، اسی رات میں پاکستان دیا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان میں اسلام یعنی کتاب و سنت کے نظام کو مکمل نافذ کیا جائے لہٰذا ہمیں اس ملک میں اسلام کو نافذ کرنے کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دینا چاہیے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اس ماہ کا خاص احترام کرے ریڈیو، ٹیلی ویژن سے گانے بجانے اور تمام غیر اسلامی پروگراموں کو منسوخ کر کے، اسلام کی تبلیغ کے لئے استعمال کرے قیمتوں کی خاص طور پر نگرانی کرے اور بلیک کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دیں، تاجروں کو چاہیے کہ وہ ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹ نہ کریں فسق و فجور کے تمام اڈے بند کر دیئے جائیں۔ اخبار، رسائل و جرائد کو چاہیے کہ وہ فحش تصاویر وغیرہ شائع نہ کریں اور اپنے رسائل و جرائد سے اصلاح معاشرہ کا کام لیں، ہم سب مسلمانوں کو چاہیے کہ اس ماہ میں خصوصی طور امن و امان کی فضاء بحال کریں محبت، اخوت مساوات کو قائم کریں۔ اپنے کشمیری بھائیوں کی ہر طرح مدد کریں، افغانستان کے مسلمانوں کی بھی بھرپور مدد کریں اور اس ماہ میں خصوصی طور پر اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور خود بھی صحیح معنوں میں مسلمان بنیں اور اس ملک کو صحیح معنوں میں اسلامی ملک بنانے کی کوشش کریں۔

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

الاشرف نیوز

سید صابر اشرف جیلانی

عرس اعلیٰ حضرت اشرفی میاں:

۲۵ جون مطابق ۱۲ ر جب بروز جمعہ درگاہ عالیہ اشرفیہ اشرف آباد فردوس کالونی کراچی میں مجدد سلسلہ اشرفیہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ہم شبیہہ غوث الاعظم سید شاہ محمد علی حسین اشرفی الجیلانی المعروف اشرفی میاں قدس سرہ کا عرس مبارک شایان شان طریقے سے منایا گیا تلاوت و نعت کے بعد درگاہ شریف کے سجادہ نشین ابو المکرم ڈاکٹر سید محمد اشرف جیلانی مدظلہ العالی نے خطاب فرمایا انہوں نے کہا کہ رجب کا مہینہ وہ مبارک مہینہ جس میں سلسلہ اشرفیہ کے تین بزرگوں نے وصال فرمایا ایک اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ ، دوسرے محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی قدس سرہ اور تیسرے آفتاب اشرفیت حضرت ابوالمسعود شاہ سید محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی قدس سرہ یہ تینوں شخصیتیں وہ ہیں جن کی وجہ سے سلسلہ اشرفیہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا انہوں نے کہا کہ مجدد سلسلہ اشرفیہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ کی ذات و الاصفات روحانیت کا مرکز و منبع تھی آپ کی عظیم روحانی شخصیت کو دکھ کر برصغیر پاک و ہند کے جید علماء نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ۔ ان میں امام منطق ونحو حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی اشرفی قدس سرہ ، استاد العلماء حضرت علامہ غلام بھیک نیرنگ اشرفی قدس سرہ ، حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی قدس سرہ ، مفسر قرآن غازی کشمیر علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی قدس سرہ ، مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری اشرفی قدس سرہ ، استاد العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی اشرفی قدس سرہ حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین اشرفی قدس سرہ ، حضرت علامہ مفتی غلام قادر اشرفی قدس سرہ (لالہ موسیٰ) اور ان کے علاوہ دیگر علمائے اہل سنت شامل ہے ۔ حضرت فخر المشائخ مدظلہ العالی نے کہا کہ سلسلہ اشرفیہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس خانوادہ کے افراد خود عالم بہ عمل ہیں خانوادہ اشرفیہ کی جتنی درگا ہیں یا خانقا ہیں اس وقت پوری دنیا میں موجود ہیں ان کے سجادہ نشین حضرات علم وفضل میں ایک مقام رکھتے ہیں انہوں نے حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ محدث اعظم ہند قدس سرہ کی علمی عظمت کو برصغیر پاک و ہند کے جید علماء نے تسلیم کیا اور امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ نے بھی آپ کو خراج تحسین پیش کیا ۔ محدث اعظم ہند نے معرف القرآن

WWW.NAFSEISLAM.COM

کے نام سے قرآن کریم کا ترجمہ کیا اور جب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا تو امام اہل سنت نے فرمایا سید زادے کیا اردو میں قرآن لکھ رہے ہو۔ غرضیکہ اکابر و اصاغر دونوں نے آپ کی جلالت علمی کو تسلیم کیا۔ حضرت فخر المشائخ مدظلہ العالی نے ایک گھنٹہ خطاب فرمایا آپ کے خطاب کے بعد ختم شریف پڑھا گیا پھر سلطان الہند خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ اور بزرگان سلسلہ اشرفیہ کی ارواح مقدسہ کو ایصال ثواب کیا گیا دعا ہوئی اور آخر میں لنگر شریف ہوا اس طرح یہ نورانی و روحانی محفل اختتام پذیر ہوئی۔

محفل درس قرآن:

شیخ ملت حضرت علامہ سید اظہار اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف کے مرید اور خلیفہ ممتاز العلماء حضرت علامہ سید ممتاز اشرفی مدظلہ العالی کے دارالعلوم اشرفیہ رضویہ گلشن بہار اورنگی ٹاؤن میں ماہانہ درس قرآن کا اہتمام ہوتا ہے اس مرتبہ درگاہ عالیہ اشرفیہ اشرف آباد فردوس کالونی کے سجادہ نشین فخر المشائخ ابوالمکرّم ڈاکٹر سید محمد اشرف جیلانی مدظلہ العالی کو مدعو کیا گیا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو عوام اہل سنت نے نعرہ تکبیر و رسالت کی گونج میں آپ کا استقبال کیا آپ کو رجب شریف کی مناسبت سے ''معراج'' کا موضوع دیا گیا تھا حضرت فخر المشائخ مدظلہ العالی نے حضور پر نور ﷺ کی معراج کو آپ کا عظیم معجزہ قرار دیا آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں واقع معراج کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی دوران تقریر فضاء نعرہ تکبیر و رسالت سے گونجتی رہی آپ نے ایک گھنٹے نہایت جامع خطاب فرمایا محفل درس قرآن میں حضرت علامہ مفتی محمد الیاس رضوی اشرفی۔ حضرت علامہ سید ممتاز اشرفی حضرت علامہ محمد علی حضرت علامہ اختر بلال۔ حضرت علامہ غلام یاسین اشرفی۔ اور دیگر علماء اہل سنت کے علاوہ عوام اہل سنت نے کثیر تعداد میں شرکت کی صلوٰۃ وسلام کے بعد حضرت فخر المشائخ مدظلہ العالی نے دعا فرمائی۔

اظہار تعزیت:

جماعت اہل سنت کراچی کے جناب محمد شفیع رانا اشرفی کے بڑے بھائی جناب نبی محمد ۲۸ جون بروز پیر انتقال کر گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون ان کی نماز جنازہ امیر جماعت اہل سنت کراچی حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی نے پڑھائی نماز جنازہ میں فخر المشائخ ابوالمکرّم ڈاکٹر سید محمد اشرف جیلانی مدظلہ العالی زینت المشائخ صاحب زادہ حکیم سید اشرف جیلانی مدظلہ العالی صاحبزادہ حافظ سید جمال اشرف جیلانی مدظلہ العالی نے شرکت کی

خطیب پاکستان کا عرس:

خطیب پاکستان حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک یکم جولائی بروز جمعرات جامع مسجد گلزار حبیب سولجر بازار میں عقیدت و احترام سے منایا گیا جید علماء و مشائخ اور عوام اہل سنت نے کثیر تعداد میں شرکت کی علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے اپنے والد محترم کے مزار مبارک

پر چادر چڑھا کر عرس کی تقریبات کا آغاز کیا۔

عرس خواجہ غریب نواز قدس سرہ:

سلسلہ چشتیہ کی عظیم روحانی شخصیت سلطان الہند ولی الہند خواجہ خواجگاہ معین بے کساں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کا عرس مبارک تین جولائی بروز ہفتہ بعد نماز عشاء مدینہ مسجد کھڈا مارکیٹ میں منعقد ہوا حضرت انعام المصطفیٰ اشرفی اور حضرت علامہ نسیم احمد صدیقی مدظلہ العالی نے خطاب کیا جب کہ خصوصی خطاب فخر المشائخ ابوالمکرّم ڈاکٹر سید محمد اشرف جیلانی مدظلہ العالی نے فرمایا آپ نے اپنے خطاب میں حضرت غریب نواز کی سیرت پر روشنی ڈالی آپ نے فرمایا ہندوستان میں کوئی اتنا بڑا مبلغ نہیں گزرا جس نے ننانوے لاکھ ہندوؤں کو مسلمان کیا ہو یہ انفرادی شان صرف حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جنہوں نے اپنے علم اور روحانیت کے ذریعے ننانوے لاکھ ہندوؤں کو مسلمان کیا۔

درس قرآن:

۲۱ رجب المرجب چار جولائی بروز اتوار بعد نماز عشاء۔ محدث بریلوی مدینہ مسجد کتیانہ محلّہ کریم آباد کی بزم دعوت پر خصوصی خطاب کے لئے حضرت فخر المشائخ ابوالمکرّم ڈاکٹر سید محمد اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی تشریف لے گئے ۔آپ نے سبحان اللہ الذی اسریٰ کی آیت مبارکہ سے حضور ﷺ کی جسمانی معراج کو ثابت فرمایا۔آپ نے بخاری ومسلم کی حدیثوں کی روشنی میں حضور ﷺ کے مسجد اقصیٰ میں انبیاء کی امامت فرمانے وہاں سے جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمانے اس کے بعد لامکان کی سیر اور اس کے بعد دیدار رب العالمین فرمانے کے تمام واقعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی جس سے تمام سامعین بے حد محظوظ ہوئے اور نعرۂ تکبیر و رسالت کے نعرے لگتے رہے۔آپ نے ایک گھنٹہ خطاب فرمایا اس کے بعد صلوٰۃ وسلام اور دعا ہوئی۔

معراج شریف:

۲۷ ویں شب بروز جمعہ بعد نماز عشاء غوثیہ مسجد گلبہار میں حضرت فخر المشائخ ابوالمکرّم ڈاکٹر سید محمد اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی نے معراج شریف کی محفل سے خطاب فرمایا اور حضور ﷺ کے اس عظیم الشان معجزے پر سیر حاصل خطاب فرمایا۔اس کے بعد صلوٰۃ وسلام اور دعا ہوئی۔

نورانی مسجد:

معراج مصطفےٰ ﷺ کے سلسلے کی ایک سالانہ محفل نورانی مسجد فردوس کالونی میں منعقد ہوئی جس سے حضرت زینت المشائخ ابوالحسین سید اشرف جیلانی مدظلہ العالی نے خطاب فرمایا۔

شب بیداری بسلسلہ شب معراج:

سالانہ شب معراج شریف کے سلسلہ میں درگاہِ عالیہ اشرفیہ اشرف آباد فردوس کالونی میں شب بیداری ہوئی جس میں درود شریف کا ختم ہوا اس کے بعد صاحبزادہ سید مکرم اشرف جیلانی نے مختصر اور جامع خطاب فرمایا۔آپ کے خطاب کے

WWW.NAFSEISLAM.COM

بعد حضرت فخر المشائخ سید محمد اشرف جیلانی مدظلہ العالی (سجادہ نشین درگاہ عالیہ اشرفیہ) نے معراج شریف پر اعتراضات کرنے والوں کے قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جوابات ارشاد فرمائے۔ حضور ﷺ نے جسم مبارک کے ساتھ معراج فرمائی نہ کہ خواب میں اور آپ ﷺ نے جاگتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمایا۔ آپ نے تقریباً ایک گھنٹے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد ذکر حلقہ ہوا دعا ہوئی۔ آخر میں تمام حاضرین کو سحری کرائی گئی اس طرح یہ محفل شب معراج فجر کے بعد اختتام پذیر ہوئی۔

تحفظ مزارات اولیاء کانفرنس:

۱۳ جولائی بروز منگل تقریباً گیارہ بجے کتیانہ ھال نزد کگری گراؤنڈ میں جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے تحفظ مزارات اولیاء کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت جناب شبیر ابو طالب نے فرمائی اور خصوصی خطاب حضرت فخر المشائخ ابو المکرّم ڈاکٹر سید محمد اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی نے فرمایا آپ نے نام نہاد دہشت گرد مذہبی تنظیموں اور ان کے سربراہ کی جانب سے مزارات کی بے حرمتی والے بیانات اور سوات، مالاکنڈ، خیبر ایجنسی میں علماء اہل سنت کو ان کی قبروں سے نکال کر ان کی بے حرمتی کرنے پیر بابا، رحمٰن بابا، گل بابا کے مزارات اور دیگر بزرگوں کے مزاروں کی بے حرمتی کرنے کے واقعات کے بعد امن کے سفیر، محبت کا درس دینے والے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر یکے بعد دیگرے بم دھماکوں کی شدید الفاظ میں مذمت کی اور آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے دھماکے کر کے یہ محسوس کیا کہ اس طرح کی حرکت کر کے ہم ان درباروں کو خالی کر دیں گے مگر اس دن فجر کی نماز میں عام دن سے زیادہ لوگ شریک تھے اور جمعہ کی نماز میں لوگوں نے مسجد کے باہر صفیں بنا کر نماز پڑھی اور یہ ثابت کر دیا کہ تم لوگ کچھ بھی کر لو ہمارا رشتہ ان بزرگوں سے کبھی ختم نہیں ہوگا آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے کبھی کسی سینما گھر کو، کسی مندر کو، کسی نائٹ کلب کو، شراب خانوں کو، جوئے کے اڈوں کو بم سے اڑایا؟ نہیں ان لوگوں نے ہمیشہ مسجد مدرسے اور درگاہوں کو نشانہ بنایا جہاں لوگ اللہ کی عبادت، ذکر اور قرآن کی تلاوت کر رہے تھے انہی لوگوں کو نشانہ بنایا۔ آپ نے ایک گھنٹہ پر جوش خطاب فرمایا اس کے بعد صلوٰۃ وسلام ہوا۔

خواجہ غریب نواز کے مزار پر حاضری:

حضرت زینت المشائخ ابو الحسین حکیم سید اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی قدس سرہ کے سالانہ عرس مبارک کے سلسلے میں ہندوستان کا سفر فرمایا پہلے آپ کراچی سے لاہور اور لاہور سے دہلی پہنچے وہاں آپ نے بزرگوں کے مزار پر حاضری دی اور اپنے رشتے داروں سے ملاقات کی اس کے بعد آپ اجمیر روانہ ہوئے۔ اجمیر میں خواجہ صاحب کے عرس کے تمام پروگرام میں شرکت کی۔ کچھوچھہ شریف درگاہِ عالیہ سرکارِ کلاں کے سجادہ نشین شیخ ملت حضرت سید اظہار اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی سے ملاقات ہوئی۔ عرس کی

تقریبات کے بعد آپ ہندوستان سے لاہور پہنچے داتا دربار میں حاضری دی اس کے بعد کراچی پہنچے۔

مقابلہ حسن قرأت:

الحمدللہ علی احسانہ نبی کریم ﷺ کے صدقہ سے سنی جماعت القراء پاکستان ہرسنی کے قلب ونظر میں خدمت قرآن پاک کی وجہ سے محبوبیت حاصل کرچکی ہے اور ہرسنی کے دل کی دھڑکن بن چکی ہے امسال بھی طلبہ کے مابین کل کراچی و حیدرآباد بین المدارس مقابلہ حفظ اور مقابلہ حسن قرأۃ اور حفظ القرآن حدر کرائے گئے۔ الحمدللہ پہلے ضلعی سطح پر ساتھ مقابلے ہوئے اور ایک سو پچاس مدارس نے شرکت کی۔ ہر ضلع سے پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ نے سیمی فائنل جامع مسجد مدنی مدرسہ انوارالقرآن گلشن اقبال میں بہت ہی خوبصورت انداز سے اپنے فن کا مظاہرہ کیا جس میں پورے کراچی سے علماء کرام قرأء کرام نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی مقابلہ حفظ القرآن حدر کھتری دارالعلوم فیض رضا پیر کالونی مورخہ تین جولائی کو صبح نو بجے شروع ہوا۔ جو نماز عصر سے پہلے اختتام پذیر ہوا۔ سیمی فائنل و مقابلہ حدر میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کا فائنل مقابلہ جو کہ مورخہ چار جولائی ۲۰۱۰ بروز اتوار جامع مسجد حبیبیہ دھوراجی کالونی بعد نماز ظہر شروع ہوا۔ پہلا مقابلہ حسن قرأۃ آٹھ تا پندرہ سال کی عمر والے طلبہ کے درمیان ہوا۔ اسکے منصفین قاری عبداللطیف شاکر، قاری ڈاکٹر محمد اعجاز عطاری، قاری مظہر عباس نعیمی صاحب تھے۔ دوسرا مقابلہ حسن قراۃ سولہ تا بائیس سال کی عمر والے طلباء کے درمیان ہوا۔ جس کے منصفین جناب قاری محمد طاہر شجاع آبادی کراچی، قاری غلام مصطفیٰ نعیمی فیصل آباد، قاری مظہر عباس نعیمی (چنیوٹ) مقابلہ جاری تھا اسی دوران حیدرآباد سے قاری محمد طاہر محمود اعوان صاحب کی قیادت اور مولانا ہاشم رضا نوری صاحب کے ساتھ حیدرآباد میں مقابلہ حفظ القرآن اور مقابلہ حسن قرأۃ میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ پہنچے اور فائنل مقابلہ میں شرکت کی مقابلہ حسن قرأۃ کے بعد قاری ضیاء ملک نعیمی صاحب کی پرسوز آواز میں تلاوت ہوئی۔

الحمدللہ فائنل میں کثیر تعداد میں علماء کرام قرأء کرام اور حفاظ نے شرکت فرمائی۔

❁❁❁❁❁❁

گذارش

تمام مریدین ومعتقدین سے درخواست ہے کہ جامع طاہر اشرف اور درگاہ عالیہ اشرفیہ کے زکوٰۃ فنڈ میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں۔

آپ اپنی زکوٰۃ، صدقہ وخیرات یا فطرہ اپنے عزیز اقارب کے ایصال ثواب کے لئے رقم زکوٰۃ فنڈ میں دے سکتے ہیں۔

رقم کیش، چیک یا منی آڈر کے ذریعے ادا کی جاسکتی ہے

رابطہ کے لئے اس نمبر پر فون کریں۔ 0300-7004003